مجلسِ تحفظِ ختمِ نبوت پاکستان کا ترجمان

ختمِ نبوۃ

ہفت روزہ
کراچی

موت العالِم موت العالَم

شمارہ نمبر۲ مرتب ہو چکا تھا، اچانک خبر آئی کہ عالمِ اسلام کی عظیم شخصیت دیوبند اور سہارنپور کے تاج، قطب العالم، استاذ الاساتذہ، شیخ المشائخ تبلیغی جماعت کے سرپرست مرشدی حضرت شیخ الحدیث مولانا الحافظ محمد زکریا صاحب کاندھلوی ثم مدنی شعبان کے چاند طلوع ہونے سے قبل ۲۹ رجب ۱۴۰۲ھ بعد نماز عصر مدینۃ النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں رحلت فرما گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون ٥

اللّٰھم اغفر لَہٗ وَارْحَمْہ وَعَافِہٖ، وَاعْفُ عَنْہ، وَاَکْرِمْ نُزُلَہٗ، وَوَسِّعْ مَدْخَلَہٗ وَاَبْدِلْہُ دارًا خیرًا مِنْ دَارِہٖ وَاَھْلًا خیرًا من اَھْلِہٖ، اللّٰھم لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَہٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَہٗ۔

جلد 1
شمارہ ۲

وفاقی وزیر اطلاعات و نشریات راجہ محمد ظفر الحق

کا پیغام برموقعہ افتتاح اشاعت ہفت روزہ "ختم نبوت" کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ امر ہم سب کے لیے باعث مسرت ہے کہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے اکابرین نے ایک ہفت روزہ دینی پرچہ کی اشاعت کا اہتمام کیا ہے۔ پاکستان جیسی اسلامی اور نظریاتی مملکت میں جو صرف دین اسلام کے نام پر حاصل کی گئی تھی، اسلامی اور دینی جرائد کی اشاعت ایک خوش آیند بات ہے۔

دین اسلام کی ترویج اور اس کی نشر و اشاعت ایک مقدس فریضہ ہے۔ ملک میں ایسے جرائد کی اشاعت ایک نیک فال ہے جو ہماری نوجوان نسل کے لیے مشعل راہ اور اسلامی معاشرہ کی تشکیل و تکمیل میں مدد معاون ثابت ہوں گے۔ انہیں اقدامات پر عمل پیرا ہو کر ہم دین اسلام کی حقیقی روح کو جلا بخشیں گے جو دینی تقاضہ بھی ہے اور وقت کی ضرورت بھی۔

موجودہ حکومت کا مطمع نظر بھی یہی ہے کہ جس مقصد کے لیے ہم نے یہ خطۂ ارض حاصل کیا تھا اس کو پورا کیا جائے حکومت کے تمام ذرائع اس مقصد کے حصول کیلئے کوشاں ہیں۔ ایسے حالات میں اسلامی اقدار حیات کا عملی نفاذ کا تقاضہ کرتا ہے کہ ہمارے علماء اور اکابرین دینِ اسلام کی اشاعت و ترویج کے لیے اپنی کاوشیں اسی نہج پر جاری رکھیں جو ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ میں مددگار ثابت ہوں۔

میری دلی دعا ہے کہ مجلس تحفظ ختم نبوت نے جس نیک کام کا بیڑا اٹھایا ہے خدا انہیں اس کار خیر میں کامیابی و کامرانی عطا فرمائے۔ آمین"

پہلے شمارہ کی کاپی پریس میں جانے کے بعد وفاقی وزیر اطلاعات و نشریات جناب راجہ ظفر الحق کا پیغام موصول ہوا جو ہم اس شمارے میں شائع کر رہے ہیں۔

۱۱ر شعبان تا ۱۶ر شعبان بروز ہفتہ
۴ر جون تا ۱۰ر جون ۰۰

فہرست

صفحات

۱	ابتدائیہ	۴
۲	خصائل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بر شمائل ترمذی	۶
۳	افادات عارفی	۷
۴	میں نے قادیان دیکھا	۸
۵	۲۹ رمئی کا سانحہ	۱۲
۶	شب برأت	۱۳
۷	حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی	۱۷
۸	تعلق مع الرسول صلی اللہ علیہ وسلم	۱۹
۹	پیغامات	۲۲

شعبۂ کتابت

حافظ عبد الستار واحدی
حافظ گلزار احمد
غلام یٰسین تبسم

ہفت روزہ ختم نبوت کراچی

زیر سرپرستی
حضرت مولانا خان محمد صاحب دامت برکاتہم
سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف

مدیر مسئول
عبدالرحمٰن یعقوب باوا

مجلس ادارت
مفتی احمد الرحمان
مولانا محمد یوسف لدھیانوی
ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر
مولانا بدیع الزمان
مولانا منظور احمد الحسینی

مینیجر
علی اصغر چشتی صابری، ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی

فی پرچہ ۱۔ ڈیڑھ روپیہ

بدل اشتراک

سالانہ	۶۰ روپیہ
ششماہی	۳۵ روپیہ
سہ ماہی	۲۰ روپیہ

برائے غیر ممالک بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک

سعودی عرب	۲۱۰ روپیہ
کویت، اومان، شارجہ دوبئی، اردن اور شام	۲۲۵ روپیہ
یورپ	۲۹۵ روپیہ
اسٹریلیا، امریکہ، کنیڈا	۲۷۰ روپیہ
افریقہ	۴۱۰ روپیہ
افغانستان، ہندوستان	۱۶۵ روپیہ

رابطہ دفتر
دفتر مجلس تحفظ ختم نبوت جامع مسجد باب الرحمت ٹرسٹ پرانی نمائش کراچی

ناشر:۔ عبدالرحمٰن یعقوب باوا
طابع:۔ کلیم الحسن نقوی انجمن پریس، کراچی
مقام اشاعت:۔ 20/A سائرہ مینشن ایم اے جناح روڈ، کراچی

مغربی جرمنی میں پاکستانی پناہ گزین

۴ مئی (اپ پ) مغربی جرمنی کے ایک رکن پارلیمنٹ نے اخبارات کو جاری کئے گئے۔ ایک مراسلے میں کہا ہے کہ مغربی جرمنی میں سیاسی پناہ حاصل کرنے والے پاکستانیوں میں بیشتر اس وجہ سے پناہ حاصل کر رہے ہیں کہ وہ ایسی سیاسی پارٹی کے رکن ہیں جس پر پابندی عائد ہے اور خطرہ ہے کہ ملک میں ان کے خلاف تعزیری کاروائی کی جائے گی۔ سوشل ڈیموکریٹک کے ڈپٹی ہورسٹ ہاسے نے کہا ہے کہ انہوں نے وزیر داخلہ جرہارٹ باؤم اور سیاسی پناہ گزینوں کے امور کی دیکھ بھال کرنے والے دفتر کی توجہ اپنے ان معلومات کی جانب مبذول کرائی ہے جو گزشتہ ماہ دورۂ پاکستان میں انہوں نے حاصل کی تھیں مسٹر ہاسے نے اپنے مراسلہ میں کہا ہے کہ پاکستان میں سیاسی پارٹیوں پر پابندی ہونے کے باوجود وہ پارٹیاں موجود ہیں مسٹر ہاسے نے لکھا ہے کہ وہ اخبارات میں ان پارٹیوں کی سرگرمیوں کی خبریں پڑھ چکے ہیں اور صدر ضیاء الحق کی مجلس شوریٰ کے دو ارکان سے ملاقاتیں بھی کر چکے ہیں جن میں ایک رکن نے سابق وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو کی کالعدم پاکستان پیپلز پارٹی سے اپنی وابستگی کا اعتراف بھی کیا ہے۔ مراسلہ میں کہا گیا ہے کہ اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ پاکستان میں کسی کو کسی جماعت کا رکن ہونے پر سزا نہیں دی جاتی بلکہ غیر معمولی حالات میں ہی ایسا ہوتا ہے۔

اور ایسے لوگوں کو مغربی جرمنی میں سیاسی پناہ دینے کا جواز نہیں بنتا یاد رہے کہ ان دنوں مغربی جرمنی میں سیاسی پناہ حاصل کرنے کے خواہاں پاکستانیوں اور افغانوں کی تعداد بہت زیادہ ہے تاہم امیگریشن کے حکام پی پی پی کے ارکان کی جانب سے سیاسی پناہ کی درخواستیں منظور کر رہے ہیں۔ مسٹر ہاسے زرنڈورف کے علاقہ سے پارلیمنٹ کے رکن ہیں اور اسی علاقہ میں پناہ گزینوں کا سب سے بڑا مرکز قائم ہے۔

(روزنامہ نوائے وقت کراچی ۵ مئی ۸۲ء)

”سیاسی پناہ“ موجودہ دور کی ایک معروف اصطلاح ہے۔ اور اس کا جواز اس وقت پیدا ہوتا ہے جب کوئی فرد یا جماعت اپنے وطن میں غیر معمولی حالات سے دو چار ہو۔ اور خطرہ ہو کہ حکومت کی طرف

سے اسے کسی وقت بھی آتش انتقام کا ایندھن بنایا جا سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ صورت حال حکومت کے جبر واستبداد اور جوروستم کے نتیجہ ہی میں رونما ہو سکتی ہے۔ جو نہ صرف حکومت کی بدنامی کا موجب ہے بلکہ ملک و قوم کے لیے بھی باعث ننگ و عار ہے۔

جن پاکستانیوں نے مغربی جرمنی میں (یا کسی اور ملک میں) سیاسی پناہ لے رکھی ہے سوال یہ ہے کہ انکی اس پناہ گزینی کے لیے کیا وجہ جواز ہے؟ کیا پاکستان میں کسی ایک فرد کو کبھی بھی محض سیاسی رقابت کا نشانہ بنایا گیا ہے؟ ہر شخص کھلی آنکھوں اسکا مشاہدہ کر سکتا ہے کہ پاکستان میں کسی فرد کے لیے ایسی فضا نہیں ہے۔ جب کہ مغربی جرمنی کے رکن پارلیمنٹ نے بچشم سر مشاہدہ کے بعد اسکی تصدیق کی ہے۔ البتہ جو لوگ سنگین جرائم کے مرتکب ہوں انہیں باز پرس اور داروگیر کا کھٹکا ضرور ہو سکتا ہے۔ اور یہی لوگ ہیں جو اپنے کیفر کردار سے بچنے کے لیے "سیاسی پناہ" کا لبادہ اوڑھتے ہیں۔

بعض ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ ایک اقلیتی فرقہ کے لوگ بھی مغربی جرمنی میں سیاسی پناہ لے رہے ہیں، جس سے دنیا کو یہ تاثر دینا مقصود ہے کہ پاکستان میں ان کی جماعت پر خدا کی زمین تنگ کر دی گئی ہے۔ اور ان کے لیے وہاں رہنا ممکن نہیں رہا۔ اگر اس خبر میں کسی درجہ بھی صداقت ہے تو یہ "مذہبی پناہ" "سیاسی پناہ" سے بھی زیادہ شرمناک ہے۔ کیونکہ اس اقلیتی فرقہ کے لوگ ملک میں نہ صرف عزت و آبرو کے ساتھ رہ رہے ہیں۔ بلکہ بعض حلقوں کو یہ شکایت ہے کہ پاکستان میں ان کی وہی حیثیت ہے جو امریکہ میں یہودیوں کی ہے۔ ایک طرف ملک میں رہتے ہوئے مسلمانوں سے بڑھ کر حقوق و مفادات حاصل کرنا اور دوسری طرف "مذہبی پناہ" کا ڈھونگ رچا کر ملک و قوم کو رسوا کرنا یہ وہ دوغلی پالیسی ہے کہ جو خالصتاً منافقین ہی کا وتیرہ ہو سکتا ہے۔

ہم حکومت سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ مغربی جرمنی سے ان سیاسی و مذہبی پناہ گزینوں کی فہرست اور انکی پناہ گزینی کے وجوہ اسباب کی تفصیلات طلب کرے، اور پھر اس کی روشنی میں صورت حال کی مکمل وضاحت کرے تاکہ بیرونی دنیا میں ملک و قوم کی ذلت و رسوائی کا مداوا ہو سکے۔ ہمیں تعجب ہے کہ مغربی جرمنی میں متعین پاکستانی سفارت خانے کی طرف سے مغربی جرمنی کی حکومت کو مطمئن کرنے کی کوشش کیوں نہیں کی گئی۔ اور ان لوگوں کے ناشائستہ رویہ کے خلاف احتجاج کیوں نہیں کیا گیا۔

محمد یوسف لدھیانوی

قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید
ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین

خصائل نبوی برشمائل ترمذی

حضرت اقدس الحاج مولانا شیخ الحدیث محمد زکریا صاحبؒ

حدثنا حمید بن مسعدة البصری حدثنا عبد الوهاب الثقفی عن حمید عن انس بن مالك قال كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبْعَةً وَلَيْسَ بِالطَّوِيْلِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ حَسَنَ الْجِسْمِ وَكَانَ شَعْرُهُ لَيْسَ بِجَعْدٍ وَلَا سَبْطٍ اَسْمَرَ اللَّوْنِ اِذَا مَشٰى يَتَكَفَّأُ

دوسری روایت ... بھی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم درمیانہ قد تھے نہ زیادہ طویل نہ کچھ ٹھگنے۔ نہایت خوبصورت معتدل بدن والے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال نہ بالکل پیچیدہ تھے نہ بالکل سیدھے (بلکہ تھوڑی سی پیچیدگی اور گھنگریالا پن تھا) نیز آپ گندمی رنگ تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم راستہ چلتے تو آگے کو جھکتے ہوئے چلتے

فائدہ :- اس حدیث میں خود حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رنگ مبارک کو گندمی فرماتے ہیں۔ پہلی روایت بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ کی تھی۔ اس میں اسکی نفی کی گئی تھی وہاں ترجمہ میں اس کی طرف اشارہ بھی کر دیا تھا۔ دونوں میں کچھ تعارض نہیں حاصل دونوں روایتوں کا یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ بالکل گندمی نہیں تھا کہ جس کی وجہ سے روشنی اور چمک میں کچھ کمی آئے بلکہ وہ چمک دمک اور بارونق تھی کہ اپنے ساتھ تھوڑی سی گندمیت کو بھی ملائے ہوئے تھی نیز اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفتار کے بارے میں تکفّأ کا لفظ واقع ہوا ہے اس کے ترجمہ میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض لوگ جلدی چلنے کا ترجمہ فرماتے ہیں اور بعض لوگ آگے کو جھکنے کا ترجمہ کرتے ہیں اور بعض شراح قوت سے قدم اٹھانے کا ترجمہ کرتے ہیں۔ تینوں ترجمے صحیح ہیں اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار تینوں صفتوں کے ساتھ متصف ہوتی تھی اور لفظ بھی تینوں معنی کو متحمل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تیز رفتاری سے چلتے تھے۔ مجبورین زمانہ کی طرح عورتوں کی چال نہیں چلتے تھے۔ نیز حضورؐ کی عادت جھک کر چلنے کی تھی، متکبرانہ رفتار سینہ نکال کر نہیں چلتے تھے۔ نیز مردانہ رفتار پاؤں زمین سے اٹھا کر چلتے تھے نہ یہ کہ زمین پر پاؤں گھسیٹتے ہوئے چلیں۔

حدثنا محمد بن بشار یعنی العبدی حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبة عن ابی اسحٰق قال سمعت البراء بن عازب یقول كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مَرْبُوْعًا بَعِيْدَ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ عَظِيْمَ الْجُمَّةِ اِلٰى شَحْمَةِ اُذُنَيْهِ عَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ مَا رَاَيْتُ شَيْئًا قَطُّ اَحْسَنَ مِنْهُ۔

(۳) حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرد میانہ قد تھے (قدرے درازی مائل جیسا کہ پہلے گزر چکا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں مونڈھوں کے درمیان قدرے اوروں سے زیادہ فاصلہ تھا (جس سے سینہ مبارک کا چوڑا ہونا بھی معلوم ہو گیا) گنجان بالوں والے تھے جو ان کی لو تک آتے تھے، آپ پر ایک سرخ دھاری کا جوڑا یعنی لنگی اور چادر تھی۔ میں نے آپ سے زیادہ حسین کبھی کوئی چیز نہیں دیکھی۔

فائدہ :- اس حدیث میں رجلاً مربوعاً کا لفظ ہے جس کا ترجمہ جیم کے پیش کے ساتھ مرد کا کیا گیا۔ یہ صحیح ہو سکتا ہے اس قسم کے الفاظ کلام عرب میں ربط کے واسطے آجاتے ہیں لیکن چونکہ اس میں کوئی خاص صفت ظاہر نہیں ہوتی اسلئے بعض محدثین کی رائے ہے کہ یہ لفظ جیم کے زیر کے ساتھ ہے جس کے معنی سیدھے پن اور ٹیڑھے پن کے درمیان کے ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس صورت میں یہ صفت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک بالوں کی ہو گی جیسا کہ پہلے گزر چکا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کچھ تھوڑی سی پیچیدگی لئے ہوئے تھے۔ اس حدیث سے بعض علماء نے سرخ کپڑے کا مرد کیلئے مطلقاً پہننا جائز قرار دیا ہے۔ حنفیہ کے نزدیک اس میں تفصیل ہے جو کپڑے کی تعیین کے بعد علماء سے تحقیق کیا جا سکتا ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ صحابی نے اس حدیث میں کسی چیز کو آپ سے حسین نہیں دیکھا اس لئے کہا تاکہ انسان کے علاوہ چاند سورج وغیرہ ہر چیز کو شامل ہو جائے۔

ملفوظات

افاداتِ عارفی

عارف باللہ حضرت مولانا
ڈاکٹر عبدالحی صاحب عارفی مدظلہ

مرتب
منظور احمد الحسینی

فرمایا :۔ ساری طریقت کا حاصل رجوع الی اللہ ہے اور ہمارے حضرت (تھانوی) فرمایا کرتے تھے کہ اہل علم کسی نہ کسی طرح اپنا کام چلا لیتے ہیں، گنجائش نکال لیتے ہیں۔ یہ عوام الناس کہاں جائیں ان کی طرف سے میں گنجائش نکالتا ہوں۔ عوام الناس میں سے جاہل سے جاہل آدمی بھی یہ کام کر سکتا ہے کہ جس کام میں وقت ہو، پریشانی ہو فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے، یہی کہہ لیا کرے یا اللہ میں اس کام میں کیا کروں۔ (ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے کوئی نہ کوئی صورت ضرور پیدا فرما دیں گے۔ اور رجوع الی اللہ کے بعد پریشانی نہیں رہے گی۔ یوں سمجھے گا کہ یہی مقتضائے حکمت ہے)

فرمایا :۔ ہمارے ہاں ایک صاحب ولایت حسین شاہ صاحب آتے تھے اب آنا چھوڑ دیا ہے، ضعیف ہو گئے ہیں، ہمارے ہاں بہت آئے، بیس برس تک صبح و شام آئے، الہ آباد کے رہنے والے ہیں، ایک دن جب ہمارے ہاں آئے تو ہم نے اُن سے کہا کہ اتنے بزرگوں سے آپکے تعلقات رہے ہیں، ۴۰ ہزار مرتبہ آپ روزانہ ذکر کرتے ہیں، پھر شب بیدار بھی ہیں، بارہ سال مولانا محمد عیسیٰ صاحبؒ کی خدمت میں رہے، آپ حضرت تھانوی قدس سرہٗ سے بیعت بھی ہیں۔ آپ نے اس کام میں جوانی ختم کر دی، بڑھاپا آ گیا، حضرت کے مواعظ ملفوظات پڑھتے ہوئے، کچھ حاصل بھی ہوا۔ تعلق مع اللہ حاصل ہوا یا نہیں اس پر انہوں نے یہ شعر پڑھا۔

جینا بھی آ گیا مجھے مرنا بھی آ گیا
پہچاننے لگا ہوں کسی کی نظر کو میں۔

فرمایا :۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق رکھنے والا جنت میں ہے اللہ تعالیٰ نے اعلان فرما دیا کہ جب تک آپ موجود ہیں ہم عذاب نہ دیں گے یا جب تک ہمارے بندے استغفار کرتے رہیں گے اب اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم موجود نہیں ہیں لیکن آپ کی تعلیم تو اب بھی موجود ہے ہمیں چاہیے کہ ہم ہر وقت استغفار کرتے رہیں۔

فرمایا :۔ حسنات سے تو معرفت خداوندی بڑھتی ہے اور لغزشوں سے عبدیت و انکسار پیدا ہوتا ہے۔ اور اس کی کوئی حد نہیں۔ اگر لغزشیں نہ ہوں تو عبدیت و تقویٰ ہی پیدا نہ ہو اس لئے کہ لغزشیں ندامت کا سبب بنتی ہیں اور تقویٰ کی روح رواں ندامت ہے۔ (کیونکہ جب اپنی حالت پر ندامت ہوگی تو آئندہ اصلاح کی فکر کرے گا اور احتیاط کی کوشش کرے گا یہی تقویٰ کی روح ہے)

فرمایا :۔ قوت کے زمانے میں جو تمہارے اعمال ہیں اب جبکہ ضعف کا زمانہ آ گیا یا سفر کی حالت شروع ہو گئی کچھ فکر نہ کرو اجر اتنا ہی ملے گا (کیونکہ تم نے اس کا دوام بنا لیا تھا) جیسے حکومت ۳۰، ۴۰ برس ملازمت کے بعد پنشن دیتی ہے اور نصف دیتی ہے مگر احکم الحاکمین کی بارگاہ اس سے بالاتر ہے، ان کا معاملہ یہ ہے کہ جتنا ضعف بڑھتا جاتا ہے اتنا ہی اجر میں برابر اضافہ ہوتا جاتا ہے، ایک معذوری کا اجر، دوسرا اعمال کے حفظ نہ کر سکنے کا اجر۔ یہ تب ہوتا ہے جبکہ جوانی میں دوام عبادت اور اوراد و وظائف کی عادت ڈال لی جائے۔

فرمایا :۔ دوام کس کو کہتے ہیں حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں انشراح قلب کے ساتھ بقدر تحمل بقدر فرصت کچھ معمولات مقرر کر لئے جائیں اور پھر ان پر عمل شروع کر دیا جائے اگر یہ معمولات کسی دن عذر کی وجہ سے چھوٹ جائیں تو کوئی حرج نہیں، جیسے حکومت اتفاقیہ رخصت پر تنخواہ نہیں کاٹتی میڈیکل سرٹیفکیٹ وغیرہ ضرورت کے تحت کچھ دنوں کی رخصت لے تو تنخواہ نہیں کٹے گی۔ خداوند تعالیٰ کی بارگاہ تو بہت ہی بلند ہے اگر کسی عذر سے ناغہ ہو گیا کوئی بات نہیں ہائے ہائے مت کرو، دوام کا ارادہ کر لیا تھا اب کسی عذر یا غفلت کی وجہ سے ناغہ ہو گیا۔ مہینہ بھر کا ترک بھی ہو گیا تب بھی دوام میں فرق نہیں آیا نیت کا برقرار رہنا ضروری ہے چاہے دوام ہو یا نہ ہو۔

ترک عمل کا جس دن ارادہ کرو گے اس دن سے سلسلہ ختم ہو جائے گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ سارا دارومدار نیت پر ہے۔

ختم نبوت (۷)

پروفیسر محمد اسلم

میں نے قادیاں دیکھا

اپریل ۱۹۸۲ء کے اوائل میں مجھے گورونانک دیو یونیورسٹی امرتسر سے ایک سیمینار میں شرکت کا دعوت نامہ موصول ہوا اور میں ۱۰ اپریل کو امرتسر پہنچ گیا۔ مندوبین کو یونیورسٹی کے مہمان خانے میں ٹھہرایا گیا اور اگلے روز سے سیمینار شروع ہو گیا۔ تین دن تک یونیورسٹی میں خوب گہما گہمی رہی اور ۱۳ اپریل کو قبل دوپہر سیمینار ختم ہو گیا۔ مجھے بٹالہ جانے اور وہاں تاریخ ہندوستان کے مصنف احمد شاہ بٹالوی کی قبر دیکھنے کی بڑی آرزو تھی۔ میں نے ڈاکٹر گریوال سے بٹالہ جانے کی خواہش کا اظہار کیا تو انہوں نے کہا کہ بٹالہ کا ایک ریسرچ اسکالر شری پردین پال ان کے شعبہ میں موجود ہے، اگر اسے ساتھ لے جاؤں تو وہ مجھے بٹالہ کے اہم مقامات دکھا دے گا۔ میں نے پال کو ساتھ لیا اور ہم بذریعہ بس ایک گھنٹہ میں بٹالہ پہنچ گئے۔ وہاں ہم نے شمشیر خان کا مقبرہ، اس کا بنوایا ہوا تالاب، بھگت حقیقت رائے کی سمادھی اور خانقاہ فاضلیہ میں احمد شاہ بٹالوی کا مزار دیکھا۔

ہم دونوں شمشیر خان کے تالاب کے کنارے کھڑے تھے کہ اتنے میں بٹالہ سے قادیان جانے والی بس آ گئی۔ پال نے مجھ سے کہا "سر! قادیان چلو گے؟" میں نے پوچھا "قادیان یہاں سے کتنی دور ہے؟" اس نے کہا "یہاں سے بس میں کوئی پندرہ بیس منٹ کا راستہ ہے اور ایک روپیہ کرایہ ہے۔" میں نے اس موقعہ کو غنیمت جانا اور ہم لپک کر بس میں سوار ہو گئے۔

بس ایک قصبہ وڈالہ گرنتھیاں سے گزرتی ہوئی تقریباً بیس منٹ میں قادیان پہنچ گئی۔ بس سے اترتے ہی میں نے ارد گرد کا جائزہ لیا تو ایک اونچا سا مینار نظر آیا جس پر اسپیکر نصب تھے۔ میں سمجھ گیا کہ یہ "مسجد اقصیٰ" کا مینار ہے۔ میں اور پال راستہ پوچھتے پوچھتے اس بازار میں داخل ہوئے جہاں صرف قادیانیوں کی دکانیں تھیں۔ یہ بازار بالکل ویران نظر آتا تھا اور دکانداروں کے چہروں پر بھی کلونس اور ویرانی نظر آتی تھی۔ ان میں سے بیشتر کے قد لمبے اور جسم دبلے پتلے تھے اور چہروں پر فرنچ کٹ داڑھیاں تھیں۔ بازار تو موجود تھا لیکن گاہک نظر نہ آتے تھے۔ ایک قادیانی ریڈیو مرمت کرنے کی دکان کھولے بیٹھا تھا، دوسرا مٹھائی اور چائے کا ہوٹل چلا رہا تھا، ایک دکاندار آئس کریم بنانے والی مشین لیے بیٹھا تھا۔ باقی دکانداروں کی بھی یہی کیفیت تھی۔ ان میں سے بیشتر لوگ بہاری تھے، جو بہار کی سکونت ترک کر کے "دارالامان قادیان" میں آ بسے تھے۔ میں نے اپنے دل میں کہا، یا اللہ! یہ کوئی ویرانی سی ویرانی ہے۔ پندرہ ہزار کی آبادی کا قصبہ اور اس کے جنوب مغربی گوشہ میں قادیانیوں کا مرکز اور ان کے رہائشی مکانات، مرد، عورتیں، بوڑھے بچے سبھی ملا کر پندرہ صد نفر۔ قادیان کے بارے میں تو متنبی قادیانی کو یہ الہام ہوا تھا کہ اس کی آبادی بڑھ کر لاہور سے جا ملی ہے۔ اس طرح در لطیف شہر میں اس کو ایک بازار دکھایا گیا تھا جس میں کھوے سے کھوا چھلتا تھا اور بگھیاں، ٹم ٹم، وکٹوریا اور خدا جانے کون کون سی سواریاں رواں دواں تھیں۔ اس بازار میں سونے چاندی اور جواہرات کا کاروبار ہوتا تھا اور بڑی بڑی توندوں والے سیٹھ گدیوں پر بیٹھے تھے۔ متنبی قادیانی بربنائے الہام لکھتا ہے کہ ایک وقت ایسا بھی آنے والا ہے کہ لوگ لاہور کے بارے میں استفسار کریں گے تو انہیں بتایا جائے گا کہ اب وہ قادیان کا ایک محلہ بن گیا ہے۔

میں قادیان کے ویران بازار میں کھڑا جب انہی الہام پر غور کر رہا تھا تو مجھے متنبی قادیانی کے الہام کے تار و پود تارِ عنکبوت کی طرح ہوا میں ہچکولے کھاتے نظر آ رہے تھے۔ یہاں بڑی بڑی توندوں والے جواہرات کا کاروبار کرنے والے سیٹھ تو کجا، خالی شکم مرجھائے ہوئے چہروں والے ٹٹ پونجیے دکاندار نظر آ رہے تھے جو قادیان کے ایک گوشے میں سمٹ آئے تھے۔ قادیان پھیلنے کی بجائے اب سکڑ چکا تھا۔

میں اور میرا رفیق مسجد اقصیٰ کا راستہ پوچھتے ہوئے آگے بڑھتے گئے۔ جب ہم انجمن احمدیہ کے مرکزی دفتروں کے درمیان سے گزرے تو سامنے سے ایک لحیم و شحیم ادھیڑ عمر قادیانی آتا دکھائی دیا۔ اس نے ہمیں غور سے دیکھا اور ہمارے قریب آ کر رک گیا اور خود ہی اپنا تعارف کرواتے ہوئے کہا "میرا نام عبدالرحیم عاجز ہے۔ میں گورنمنٹ ملازم تھا۔ اب پنشن لے کر یہاں آ گیا ہوں

www.amtkn.com www.facebook.com/amtkn313 www.emaktaba.info

کلاف عرصہ سرکاری ملازمت کی ہے۔ اب دین کی خدمت کا جذبہ ہے کہ یہاں آ گیا ہوں اور میں انجمن احمدیہ کا سیکرٹری ہوں۔" میں نے اپنا نام و پتہ بتایا اور اس سے کہا کہ میں مسجد اقصیٰ اور بہشتی مقبرہ دیکھنا چاہتا ہوں۔ عاجز نے کہا "وہ تو آپ دیکھ ہی لیں گے۔ میں ان کے علاوہ اور بھی بہت کچھ دکھانا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا کہ ہمارے پاس وقت بہت کم ہے اور ہم نے رات کے کھانے پر امرتسر پہنچنا ہے اور سوا سات بجے یہاں سے آخری بس روانہ ہوتی ہے۔ عاجز نے کہا، "آپ اس بات کا فکر نہ کریں۔ رات یہاں مہمان خانہ میں بھی گزار سکتے ہیں۔ اگر جانا ضروری ٹھہرا تو ہم آپ کو ٹمپو پر بٹالہ تک پہنچا دیں گے۔ اس لیے اطمینان کے ساتھ جو کچھ دیکھنا ہے وہ دیکھ لیجیے۔"

عاجز ہمیں متنبی قادیانی کی رہائش گاہ پر لے گیا۔ ان دنوں متنبی کا ایک پوتا مرزا وسیم احمد وہاں مقیم ہے۔ اتفاق سے وہ ان دنوں حیدر آباد دکن گیا ہوا تھا۔ اس لیے اس سے ملاقات نہ ہو سکی۔ وسیم احمد کی رہائش گاہ کے احاطے میں چند دروازے کھلتے ہوئے نظر آئے۔ پہلے وقتوں میں یہاں مرزا غلام احمد کی ازدواج رہا کرتی تھیں۔ ان کے ایک صحابیؓ سے روایت ہے کہ انہیں کسی سے یہ پوچھنے کی ضرورت پیش نہیں آیا کرتی تھی کہ حضور کس زوجہ کے ہاں قیام پذیر ہیں جس دروازے کے باہر باداموں کے چھلکے اور انڈوں کے خول پڑے نظر آئے۔ "صحابہ" سمجھ جاتے کہ حضور نے رات یہیں داد عیش دی ہے۔

عاجز نے ہمیں ایک کمرہ دکھایا جس کا طول و عرض ۱۲×۱۲ فٹ ہوگا۔ اس کی چاروں دیواروں کے وسط میں طاقچے (شوکیس) بنے ہوئے تھے۔ عاجز نے ہمیں بتایا کہ حضرت مسیح موعود نے اس کمرہ میں پچاسی کتابیں تحریر کی تھیں۔ حضرت صاحب کو ٹہل ٹہل کر لکھنے کی عادت تھی۔ بجلی کا اس وقت رواج نہ تھا۔ ان چاروں طاقچوں میں ایک ایک دوات پڑی رہتی تھی اور حضور چلتے پھرتے ان میں قلم ڈبو لگا لیتے تھے۔ میں نے کہا کہ یہ تو مشاعرین کا طریقہ ہے۔ عاجز نے مسکراتے ہوئے کہا کہ یہی سمجھ لیجیے۔ یہ کمرہ قادیانیوں کے نزدیک متبرک اور مقدس زیارت تھا۔ عاجز نے تو صرف پچاسی کتابوں کا ذکر کیا تھا جو حضرت مسیح موعود نے اس کمرہ میں ٹہل ٹہل کر لکھی تھیں، لیکن وہ کمرہ نہ دکھایا جہاں ٹہل ٹہل کر حضرت اقدس نے انگریزوں کی حمایت میں وہ کتابیں لکھی تھیں جن سے پچاس الماریاں بھر گئی تھیں۔ یہ الماریاں بھی کہیں نظر نہ آئیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ تقسیم ملک کے وقت خلیفۃ المسیح الموعود ثانی انہیں ربوہ لے گئے ہوں یا پھر انگریز یہاں سے کوچ کرتے وقت یہ متاع گراں بہا اپنے ساتھ لندن لے گئے ہوں۔

اس کمرہ سے جانب غرب ایک کھڑکی نظر آئی۔ عاجز نے اس کے پٹ کھولے تو معلوم ہوا کہ یہ ایک چھوٹا سا دروازہ ہے اور اس سے گزر کر تین چار سیڑھیاں چڑھ کر ایک چھوٹے سے کمرے میں داخل ہوتے ہیں۔ اس کمرہ کا رقبہ ۶×۸ فٹ ہوگا۔ عاجز نے خود ہی بتایا کہ حضرت مسیح موعود اس کمرے میں تہجد کی نماز ادا کرتے اور دعائیں مانگا کرتے تھے۔ حضرت اقدس کی برکت سے یہ کمرہ اب بھی مستجاب الدعوات ہے۔ اس کمرہ سے جانب جنوب اسی طرح کی ایک کھڑکی تھی۔ عاجز نے اس کے پٹ کھولے تو معلوم ہوا کہ یہ بھی عبادت گاہ کے سائز کا ایک کمرہ ہے۔ اس کے بارے میں عاجز نے بتایا کہ یہ دار الفکر ہے۔ ہمارے حضرت صاحب اس کمرہ میں امت کے بارے میں سوچا کرتے تھے اور ان کی حالت پر رویا کرتے تھے۔ ہم عاجز کے ساتھ اس دار الفکر اور بیت الحزن میں داخل ہوئے تو گرمی کی وجہ سے دم گھٹنے لگا۔ اس کمرہ کے جانب جنوب ایک کھڑکی تھی۔ عاجز نے اس کے پٹ کھولے تو سامنے ایک دالان نظر آیا۔ تین چار سیڑھیاں چڑھ کر اس میں داخل ہوئے تو عاجز نے ہمیں بتایا کہ یہ مسجد مبارک ہے۔ حضرت اقدس عموماً اس مسجد میں نماز ادا کیا کرتے تھے۔ جب نماز کا وقت آتا تو حضرت صاحب بیت الحزن سے اسی کھڑکی کے راستے مسجد میں داخل ہو کر جماعت میں شریک ہو جایا کرتے تھے۔ قادیانیوں کے نزدیک اس مسجد میں نماز ادا کرنے کا بڑا ثواب ہے۔

اس گورکھ دھندے سے نکل کر ہم تنگ اور پیچیدہ گلیوں سے گزرتے ہوئے "مسجد اقصیٰ" پہنچے۔ اس وقت اس کے صحن کو پانی ڈال کر ٹھنڈا کیا جا رہا تھا۔ ہمارے استفسار پر عاجز نے بتایا کہ نماز مغرب کے بعد تمام مرد و زن یہاں جمع ہوتے ہیں اور یہ بار جو ہم دیکھ رہے ہیں، اس پر پردہ ڈال دیا جاتا ہے۔ عشاء کی نماز تک وعظ و تذکیر کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

میں نے ہنوز عصر کی نماز ادا نہیں کی تھی۔ عاجز اپنے ساتھیوں کو ہدایات دینے لگا تو میں "مسجد اقصیٰ" کے اندر نماز ادا کرنے چلا گیا۔ (اللہ تعالیٰ اس نماز کو قبول فرمائے۔ میرے نزدیک قادیان کی مسجد اقصیٰ اور سومنات کا مندر برابر ہیں)

مسجد کے صحن میں جانب جنوب مشرق ایک پختہ قبر نظر آئی۔ عاجز نے ہمیں بتایا کہ یہ حضرت اقدس کے والد بزرگوار مرزا غلام مرتضیٰ کی قبر پُر انوار ہے۔ میرا دھیان فوراً "تذکرہ رؤسائے پنجاب" کی طرف گیا جس میں یہ مرقوم ہے کہ "اس خاندان نے غدر ۱۸۵۷ء کے دوران میں بہت اچھی خدمات کیں۔ غلام مرتضیٰ نے بہت سے آدمی بھرتی کئے اور اس کا بیٹا غلام قادر جنرل نکلسن صاحب بہادر کی فوج میں اس وقت تھا جبکہ افسر موصوف نے تریموں گھاٹ پر نمبر ۴۶ نیٹو انفنٹری کے باغیوں کو جو سیالکوٹ سے بھاگے تھے تہ تیغ کیا۔"[1] "تذکرہ رؤسائے پنجاب" میں یہ بھی مرقوم ہے کہ "۱۸۵۸ء میں یہ خاندان ضلع گورداسپور کے تمام دوسرے خاندانوں سے زیادہ نمک حلال رہا۔"[2] والد بزرگوار مرزا غلام مرتضیٰ کی قبر پُر شر کے قریب

(۱۔ گرفن دیمس، تذکرہ رؤسائے پنجاب، مطبوعہ لاہور ۱۹۴۰ء ج ۲، ص ۹۰۔
۲۔ ایضاً۔)

منارۃ المسیح واقع ہے۔ یہ وہی منار ہے جو میں نے بس اسٹینڈ سے دیکھا تھا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ مسیح موعود پہلے آیا اور منارہ بعد میں تعمیر ہوا۔ ان دنوں اس منار کے گرد سنگ مرمر کی سلیں لگائی جا رہی تھیں۔ عاجز نے ہمیں بتایا کہ اس پر قلعی کرتے کرتے وہ عاجز آ گئے ہیں۔ ہر سال برسات میں منار کی دیواروں پر پھپھوندی سی لگ جاتی ہے اس لیے اب سنگ مرمر لگا رہے ہیں تاکہ بار بار قلعی کرنے کی زحمت سے نجات ملے۔

میں نے منار کے گرد گھوم کر اس کا جائزہ لیا اور دل میں کہا کہ مرزائیوں کو چاہیے کہ اب اس منار کو منہدم کر دیں۔ مسیح موعود کا نزول تو ہو چکا ہے اگر یہ منار باقی رہا، تو شاید کوئی اور بلا نازل ہو جائے۔ میں آگے بڑھنا چاہتا تھا کہ عاجز نے کہا "ایسے کام نہیں چلے گا۔ آپ منار پر ضرور چڑھیں۔" اس کے اصرار پر میں منار پر چڑھا تو میرا سانس اس قدر پھول گیا کہ دل کی دھڑکن بند ہو جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ کافی دیر بعد میرے حواس درست ہوئے تو میں نے کھڑے ہو کر قادیان کا جائزہ لیا۔ جانب شمال کافی فاصلے پر تعلیم الاسلام کالج کی عمارت نظر آ رہی تھی۔ یہ کالج اب سکھوں کی تحویل میں ہے۔ میری مراد ہے کہ ہندوؤں کے قبضہ میں ہے۔ بجانب جنوب ذرا فاصلے پر ایک باغ نظر آیا تو میں نے دل میں کہا کہ ہو نہ ہو یہی "بہشتی مقبرہ" ہے۔ میرا قیافہ درست نکلا اور وہ باغ بہشتی مقبرہ ہی تھا۔

عاجز ہمیں ساتھ لے کر مسجد اقصیٰ سے باہر نکلا۔ انجمن احمدیہ کے دفاتر اس وقت بند ہو چکے تھے۔ ہم دفاتر کے سامنے سے گزر کر دوبارہ بازار میں آ گئے۔ بازار کے دوسری جانب مہمان خانہ تھا اور اس کے قریب ہی جامعہ احمدیہ تھی جہاں مرزائیت کی تبلیغ کے لیے مبلغ تیار کیے جاتے ہیں۔ جب ہم جامعہ احمدیہ دیکھ چکے تو عاجز کا بیٹا عبدالحفیظ وہاں پہنچ گیا۔ عاجز نے اس سے کہا "انہیں بہشتی مقبرہ لے جاؤ۔ دروازے پر چوکیدار (رضوان!) ملے گا۔ اس نے اگر کوئی اعتراض کیا تو اس سے کہنا کہ اس وقت انہیں خصوصی اجازت دی گئی ہے، اور ہاں انہیں گھر ضرور لانا، میں ان کے لیے چائے بنواتا ہوں۔"

عبدالحفیظ ہمیں ساتھ لے کر آگے بڑھا۔ میرے استفسار پر اس نے بتایا کہ شام چار بجے سے سات بجے تک بہشتی مقبرہ صرف عورتوں کے لیے کھولا جاتا ہے۔ مرد اس وقت اندر نہیں جا سکتے۔ ابا نے آپ کو خصوصی اجازت دی ہے۔

بہشتی مقبرہ کی جانب بڑھے۔ راستے میں برقع پوش مرزائنوں کی کئی ٹولیاں بہشتی مقبرہ، باقی یا وہاں سے واپس آتی ہوئی نظر آئیں۔ بہشتی مقبرہ کے دروازے پر ایک بوڑھا چوکیدار دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے بیٹھا تھا۔ عبدالحفیظ نے اس سے کہا کہ انہیں اس وقت بہشتی مقبرہ دیکھنے کی خصوصی اجازت ملی ہے۔ اس پر چوکیدار نے ہاتھ سے اندر جانے کا اشارہ کیا۔ ہمیں اس بہشت میں داخل ہوتے دیکھ کر زرد و سیاہ مرزائنیں منہ پھیر کر کھڑی ہو گئیں۔ میں نے بہشتی مقبرہ کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ وہ بڑا سرسبز باغ ہے۔ چار دیواری کے ساتھ ساتھ سفیدے کے درخت لگائے گئے تھے۔ جو آسمان سے باتیں کر رہے تھے۔ مجھے ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ بھی کچھ ٹیچی سے سرگوشیاں کر رہے ہوں۔ مقبرے کے اندر پھولوں کے تختے بڑے سلیقے کے ساتھ بنائے گئے تھے اور نالیوں میں گلاب کے پودے بڑے قرینے کے ساتھ لگائے گئے تھے۔

بہشتی مقبرہ کے جانب جنوب مشرق ایک وسیع چار دیواری میں بہت سی قبریں تھیں۔ ان میں سے نمایاں قبریں صرف دجال قادیانی اور خلیفہ اول نور الدین بھیروی کی تھیں۔ قبروں کے سرہانے الواح نصب تھیں اور قبریں کچی تھیں، البتہ ان کے گرد اینٹوں کا گھر بنا ہوا تھا۔ زائرین کو اس مخصوص احاطے میں داخل ہونے کی ممانعت ہے۔ اس کا لوہے کی سلاخوں سے بنا ہوا پھاٹک، جو دجال قادیانی کی قبر سے جانب مغرب چند گز کے فاصلے پر ہے، مقفل تھا۔ چند عورتیں اس "مواجہہ شریف" سے چمٹ کر اپنے سینوں کو انوار سے بھر رہی تھیں اور سسکیاں لے لے کر دعائیں کر رہی تھیں۔ ہمیں دیکھ کر وہ پرے ہٹ گئیں اور دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑی ہو گئیں۔

سنا ہے کہ برطانوی عہد میں یہ پھاٹک کھلا رہتا تھا اور مرزائی "حضرت مسیح موعود علیہ السلام" کی قبر پر سے مٹی کو خاک شفا سمجھ کر اٹھا لے جاتے تھے۔ مجاورین ہر صبح اس پر تازہ مٹی ڈال دیتے اور شام تک قبر میں دوبارہ گڑھا سا بن جاتا۔ لاعلاج امراض اور بیماریوں کے لیے یہ مٹی اکسیر اعظم کا حکم رکھتی تھی۔ ایسے مریض قبر کے قریب بیٹھ جاتے اور دائیں بائیں نظر دوڑا کر مساس اور تقبیل کر لیتے۔ بس پہلی ہی رگڑ سے تمام روگ دور ہو جایا کرتے تھے۔ ایک بار چند احراری بزرگ یہ نسخہ آزماتے ہوئے دیکھے گئے تو پھر یہ پھاٹک عام زائرین کے لیے بند کر دیا گیا۔ اب دور ہی سے استلام کی اجازت ہے۔

اس "مقدس" چار دیواری کے باہر ہزاروں قبریں ہیں، جو سیدھی لائنوں میں بڑے قرینے کے ساتھ بنائی گئی ہیں۔ ان میں سے اکثر و بیشتر قبریں موصیوں کی ہیں۔ یہاں وہ بدبخت دفن ہیں جنہوں نے اپنی جائداد میں سے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت انجمن احمدیہ کے نام کی تھی۔ کئی جگہ صرف الواح نصب ہیں اور قبر کا نشان نہیں ہے۔ میرے استفسار پر جواب ملا کہ یہ ان موصیوں کے نام کی الواح ہیں، جنہیں یہاں دفن ہونا تھا لیکن کسی وجہ سے ان کی میت یہاں نہ پہنچ سکی۔ اب صرف ان کے نام الواح پر کندہ ہیں اور قادیانی

جب آسودگانِ بہشتی مقبرہ کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں تو وہ بھی اس دعا میں شامل ہو جاتے ہیں۔

مقدس چار دیواری کے قریب، "مواجہہ" کے سامنے چند لائنوں میں حضرت اقدس کے "صحابیوں" کی قبریں ہیں۔ ہر "صحابی" کی لوحِ مزار پر اس کی خدمات منقوش ہیں، مثلاً یہ فلاں مباہلہ میں حضرت مسیح موعود کے ساتھ تھا اور یہ فلاں مناظرہ میں موجود تھا اور یہ خوش نصیب حضرت مسیح موعود کے غسل و کفن میں شریک تھا۔ ایک "صحابی" نے یہ وصیت کی تھی کہ اس کی لوحِ مزار پر یہ لکھ دیا کہ یہ حضرت صاحب کا خادمِ خاص تھا۔ وغیرہ وغیرہ۔

بہشتی مقبرہ میں جانب مغرب ایک جگہ نمازِ جنازہ ادا کرنے کے لیے خالی رکھی گئی ہے۔ عبدالحفیظ نے مجھے بتایا کہ جنازے کے شرکا کم ہوں یا زیادہ، نمازِ جنازہ میں سات سطریں بنانا ضروری ہے، کیونکہ حضرت مسیح موعود کی نمازِ جنازہ میں بھی سات سطریں بنی تھیں، اس لیے اب سات سطریں بنانا سنتِ مرزا سمجھا جاتا ہے۔

بہشتی مقبرہ سے ہم عاجز کے مکان کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں با پردہ مرزائنوں کی کئی ٹولیاں مقبرہ کی طرف جاتی ہوئی نظر آئیں۔ جب ہم عاجز کے مکان پر پہنچے تو وہاں ایک دبلا پتلا سانولے سے رنگ کا قادیانی مرزو تھا جس کے چہرہ پر ایک عجیب قسم کی چمک نظر آتی تھی۔ مجھے یہ ماحول بڑا عجیب سا معلوم ہوا۔ تھوڑی دیر میں عاجز بھی وہاں پہنچ گیا اور عبدالحفیظ چائے لے آیا۔ چائے نوشی کے دوران یہ انکشاف ہوا کہ وہ ہوتق مرزائی لندن میں رہتا ہے۔ ان کی بیوی کا چند روز پہلے مرزا جی کو پیارا ہو گئی تھی اور وہ اس کی میت ربوہ میں دفن کر کے قادیان آیا ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ وہ اپنی اہلیہ کی میت قادیان کیوں نہ لے آیا؟ اس نے کہا کہ ربوہ میں اس کے اور بھی کئی رشتہ دار دفن ہیں۔ اس لیے اس نے مرنے سے قبل وہیں دفن ہونے کی خواہش کا اظہار کیا تھا۔ پھر ابھی لندن سے ربوہ میت لے جانا آسان ہے۔ قادیان لے جانے میں حکومتِ ہند کا قانون آڑے آتا ہے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ یہ تقدس کے اعتبار سے مکہ و مدینہ کے بعد قادیان ہی کا نمبر ہے۔ یہ بات راقم الحروف اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا بلکہ مرزا بشیر الدین محمود نے تقسیمِ ہند کے موقع پر قادیان کو پاکستان میں شامل کرنے کے لیے جو درخواست ریڈ کلف کے حضور میں پیش کی تھی، اس میں یہی موقف دہرایا گیا تھا کہ قادیان ایک مقدس مقام ہے۔ یہ ایک نبی کی جائے ولادت ہے اور یہیں اس کی آخری آرام گاہ ہے۔ اس لیے ہمارے نزدیک تقدس کے اعتبار سے مکہ و مدینہ کے بعد قادیان ہی کا نمبر ہے (اس درخواست کی فوٹو اسٹیٹ کاپی پروفیسر منظور الحق صدیقی ساکن سٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی کی تحویل میں ہے)۔

عاجز کے ہاں سے اٹھ کر ہم بس اسٹینڈ کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں میں نے نمازِ مغرب ادا کی اور بس میں سوار ہو کر امرتسر کی جانب روانہ ہوا۔ قادیان سے چلتے وقت میری زبان پر یہ شعر بار بار آ رہا تھا:

تونسہ، گھنڈہ، بریلی اور قادیان ہمارا[1]
ٹوڈی ہیں ہم، وطن ہے، ہندوستاں ہمارا

قادیان کو دیکھے پورے دو برس گزر چکے ہیں، لیکن یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ ابھی کل ہی کا واقعہ ہے۔ وہاں کی گلیاں، "بازار"، "مسجدِ اقصیٰ"، "مسجد مبارک"، "حضرت اقدس" کی رہائش گاہ، بہشتی مقبرہ اور خونی ڈھاب اب بھی نظروں کے سامنے ہیں۔

---

[1] تحریکِ آزادی کے دوران میں ان چاروں مراکز میں انگریزوں کے حمایتی موجود تھے۔

بقیہ تعلق مع الرسول ﷺ

کان نہیں سنتے پھر ان آنکھوں اور کانوں کے اعتماد پر اعتماد کر لیتے ہیں۔ جن کی صداقت پر میرا دل و جان کیا سارا جہان قربان ہو پھر وہ آؤٹ اینی ڈاؤٹ (Without any Doubt) یہ ان کے ایثار و انقیاد کی آخری دلیل ہو گی۔ یہی وثوق اور اعتماد درحقیقت ایمان کی روح ہے۔

اس وثوق اور اعتماد میں جتنی پختگی پیدا ہو گی۔ اتنا ہی "تعلق مع الرسول ﷺ" میں اضافہ ہو گا۔ اور جتنا اضافہ "تعلق مع الرسول ﷺ" میں ہو گا۔ اتنا ہی "تقرب الی اللہ" نصیب ہو گا۔ غرضیکہ یہ تمام منازل آپس میں مربوط ہیں۔ اس میدان میں آگے بڑھتے بڑھتے ایک وقت وہ آ جاتا ہے۔ کہ "عشق" کے ایک قدم آگے بڑھنے سے "حسن" دس قدم آگے بڑھتا ہے۔ یہ منازل طے ہوتے ہیں۔ اور عاشق خوش نصیب دور سے یہ شعر گنگناتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

حسن بے قید سہی عشق بھی محدود نہیں۔
مجھ کو پائیں گے جہاں تک وہ نمایاں ہوں گے

(جاری ہے)

۲۹ مئی کا سانحہ

محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ

مسلمانانِ پاکستان مذہب کے معاملہ میں بڑے حساس واقع ہوئے ہیں انہوں نے اسلام کے نام پر قربانی دینے سے کبھی بھی گریز نہیں کیا۔ تحریک تحفظ ختم نبوت ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء میں دی جانے والی قربانیاں تاریخ اسلام کا روشن ترین باب ہے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت کے سلسلے میں اکثر اہل قلم نے تھوڑی بہت تاریخ مرتب کی ہے۔ لیکن ۱۹۷۴ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت کے سلسلے میں رونما ہونے والے واقعات ہنوز مرتب نہیں ہو سکے۔ اور نہ ہی کسی نے اس طرف توجہ دی ہے۔

گزشتہ اشاعت میں ہم نے تحریک تحفظ ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے سلسلے میں سانحہ ربوہ پر ایک مختصر خاکہ پیش کیا تھا۔ اس سلسلے میں ہم ان تمام علمائے کرام، اہل قلم، اراکین ختم نبوت اور جن راہنمایان کرام نے بہ نفس نفیس تحریک میں حصہ لیا تھا جن میں کچھ حضرات تو اللہ کو پیارے ہو گئے لیکن بہت سے حضرات ابھی بقید حیات ہیں ان تمام حضرات کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ ایسے تمام واقعات جو ان کے ذہن میں محفوظ ہوں وہ صفحات پر منتقل کر دیں تاکہ نئی نسل کو اپنی تاریخ کا علم ہو سکے۔

اس سلسلے میں ختم نبوت کے صفحات حاضر ہیں۔ آپ کیلئے ہم انشاء اللہ شائع کریں گے یہ امر قارئین کی دلچسپی کا باعث ہو گا۔

محدث العصر علامہ محمد یوسف بنوری نور اللہ مرقدہٗ جو اس تحریک کے قائد تھے انہوں نے اپنے کچھ تاثرات بینات میں تحریر فرمائے تھے ـــــ آئیے ہم ان کی تحریر کو پڑھتے ہیں۔ انہوں نے "تحریک تحفظ ختم نبوت ۱۹۷۴ء" کو چند صفحات میں سمونے کی کوشش فرمائی۔ مختصر بھی ہے جامع بھی ہے ـــــ ملاحظہ فرمائیے ـــــ

(مدیر مسئول)

۲۹ مئی کا سانحہ قوم کیلئے ایک ناگہانی حادثہ تھا جس نے قوم کو طویل خواب غفلت سے اچانک جگا دیا۔ جذبات کے سوتے ابل پڑے اور ملک بھر میں اس کا شدید ردعمل رونما ہوا، قومی جذبات کو نظم و ضبط کا پابند رکھنے اور انہیں اجتماعیت کے دائرے میں لانے کیلئے ایک ایسی "مجلس عمل" کی تشکیل ناگزیر ہوئی۔ جو ملک بھر کی دینی و سیاسی جماعتوں کی نمائندہ ہو۔ یہ بات بڑی خوش آئند اور لائق تحسین ہے کہ موجودہ عوامی حکومت نے بھی قوم کے ملی جذبات کا احترام کرتے ہوئے انکے مطالبہ پر بھرپور غور کا وعدہ کیا ہے اور اس کیلئے قومی اسمبلی کی ایک خصوصی کمیٹی تجویز کر دی گئی توقع ہے کہ ان سطور کی اشاعت تک کمیٹی کے غور و فکر کا کوئی واضح نتیجہ سامنے آچکا ہو گا کمیٹی کی کارروائی کے پیش نظر ملک میں قادیانی مسئلہ کے بارے میں اظہار خیال پر پابندی عائد ہے۔ اسلئے ہم بھی اس مسئلہ کے اعتقادی، مذہبی، سماجی، معاشرتی اور سیاسی و اقتصادی پہلوؤں سے تعرض نہیں کرتے۔ البتہ تمام اہل وطن سے اپیل کرتے ہیں کہ یہ بہت نازک وقت ہے، پوری قوم کے امتحان کا موقعہ ہے، تمام مسلمانوں کا فرض ہے کہ نظم و ضبط کو برقرار رکھیں۔ اور ملک میں امن و امان کا مسئلہ

باقی صفحہ ۱۹ پر

شب برأت

مولانا منظور احمد الحسینی

شعبان اسلامی سال کا آٹھواں مہینہ ہے اسکو شعبان اسلیے کہتے ہیں کہ اسمیں روزہ رکھنے والے کیلئے کثیر خیر و برکت پھیل جاتی ہے (ماثبت بالسنہ)

شعبان کی فضیلت

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ شعبان المعظم کو اپنا مہینہ اور رمضان المبارک کو اللہ تعالیٰ کا مہینہ قرار دیا ہے۔ شعبان کو اپنا مہینہ فرما کر اس کی سعادتوں اور برکتوں کو امت پر ظاہر فرما دیا اسی لیے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان المبارک کی آمد کا استقبال شعبان میں کثرت عبادت، کثرت خیرات وحسنات سے کیا کرتے تھے۔ ایک حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رجب کا چاند دیکھ کر ارشاد فرمایا کرتے تھے یا اللہ رجب اور شعبان میں ہمارے لیے برکت فرما اور خیریت کے ساتھ ہم کو رمضان تک پہنچا۔

حضرت اسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کو شعبان میں زیادہ روزے رکھتے ہوئے دیکھتا ہوں تو آپؐ نے فرمایا "یہ مہینہ ایسا ہے جو رجب اور رمضان کے درمیان ہے لوگ اس مہینہ کی فضیلت سے غافل ہیں۔ اس مہینہ میں اللہ رب العالمین کے سامنے بندوں کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں میری خواہش یہ ہے کہ جب میرے اعمال پیش ہوں تو میرا شمار روزہ داروں میں ہو (نسائی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے سوائے شعبان کے مہینہ کے (رمضان کے علاوہ) اور کسی مہینے میں آپ کو کثرت سے روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اپنی مشہور کتاب غنیۃ الطالبین میں لکھتے ہیں کہ لفظ شعبان میں پانچ حروف ہیں اس مہینے کا دل سے احترام کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ ہر حرف کے بدلے ایک انعام عطا فرماتے ہیں، "ش" سے شرف و شفاعت، 'ع' سے عزّت و کرامت، ب، بِرّ و تقویٰ، الف سے الفت و محبت (خداوندی) اور ن سے نور عطا فرماتے ہیں۔

حکماء فرماتے ہیں کہ ماہ رجب تطہیر بدن کیلئے، شعبان تطہیر قلب کے لیے اور رمضان المبارک تطہیر روح کے لیے ہے، بعض کا قول ہے کہ رجب گناہوں سے معافی مانگنے کا مہینہ، شعبان دل کے تمام عیوب کی اصلاح کرنے کا، رمضان المبارک دل کو منور کرنے کا مہینہ اور لیلۃ القدر تقرب الی اللہ کیلئے ہے۔

شعبان کے روزوں کو رمضان المبارک کے روزوں سے ایسا تعلق ہے جیسے فرض نماز سے پہلے سنتوں کا تعلق ہے۔ اس سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ دل نماز کیطرف کامل طور پر متوجہ ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی شعبان میں روزے رکھنے سے نفس کو روزہ سے مناسبت ہو جائیگی۔ اس مناسبت کی وجہ سے رمضان کے فرض روزے اطمینان سے رکھے جاسکیں گے۔ اور شعبان میں روزے رکھنا رمضان کے روزوں کی آمد کے لیے استقبال اور عملی مشق کی ایک صورت ہے۔

لیلۃ البرأت

شعبان کے مہینے میں پندرھویں رات کو ایک خاص فضیلت و منقبت حاصل ہے۔ اس رات کے کئی نام ہیں (۱) لیلۃ الرحمہ (۲) لیلۃ الصک (دستاویز والی رات) (۳) لیلۃ المبارکہ (۴) لیلۃ البرأت۔ ان چار ناموں میں سے لیلۃ البرأت (شب برأت) کے نام سے یہ زیادہ مشہور ہے۔ برأت کے معنی لغت میں بری ہو جانے کے ہیں اس رات میں چونکہ گنہگاروں کی مغفرت اور مجرموں کی برأت ہوتی ہے شب قدر کے بعد بندوں کی عبادت، طاعات اور

حسنات کا بہترین وقت یہی نصف شعبان کی رات ہے۔ اس مبارک رات میں سب اُخروی تجارت کی ایک بڑی نمائش ہوتی ہے۔ اسلئے اس کا نام لیلۃ البراۃ رکھا گیا۔

فضائل و برکات

حٰم والکتاب المبین الی قولہ انا کنا مرسلین۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس کتاب کو برکت والی رات میں نازل کیا ہے ایک قول پر لیلۂ مبارکہ کی تفسیر شعبان کی پندرھویں شب سے کیگئی ہے لیکن اگر یہ تفسیر ثابت بھی ہو تب بھی اس رات کی فضیلت کچھ اس آیت پر موقوف نہیں احادیث سے اس کی فضیلت ثابت ہے۔

اس تفسیر محتمل کی بنا حق تعالیٰ نے قسم کھا کر ارشاد فرمایا ہے کہ ہم نے کتاب مبین (قرآن مجید) کو اس برکت والی رات میں نازل کیا اس واسطے کہ ہم منتبہ یعنی ڈرانے والے تھے اسی انذار کے لیے قرآن نازل فرمایا۔ آگے اس رات کے بابرکت ہونے کی علت کی طرف اشارہ ہے کہ اس رات کی شان یہ ہے کہ:۔ اسمیں فیصلہ کیا جاتا ہے ہر امر حکمت والے کا، کہ وہ ہمارے پاس سے ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تمام امور کا فیصلہ اس رات میں ہوتا ہے یہ بھی ایک برکت کی وجہ ہے۔

تمام امور میں سب چیزیں آگئیں صرف نماز روزہ ہی نہیں بلکہ دنیوی امور بھی اسمیں داخل ہیں مثلاً اس کھیت میں اتنا غلہ پیدا ہوگا، بچہ ہوگا، فتح ہوگی، اتنا پانی برسے گا یہ سب انتظام برکت میں داخل ہوگیا دوسری برکت دینی ہے جو احادیث میں مذکور ہے (جن کی کچھ تفصیل آگے آرہی ہے) کہ جب شعبان کی پندرھویں رات ہوتی ہے تو حق تعالیٰ شانہ اول رات سے ہی آسمان دنیا پر نزول فرماتے ہیں یہ خصوصیت اسی رات میں بڑھی ہوئی ہے یعنی اور راتوں میں تو پچھلے اوقات میں نزول ہوتا ہے اور اس رات میں شروع ہی سے نزول فرماتے ہیں۔

ایک حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر روز نصف رات کے بعد آسمان سے دنیا پر تجلی فرما کر بندوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اس رات میں تو دو ثلث بڑھ گئے جس میں محبت کا مادہ ہوگا وہ ایک ایک لمحہ بھی غنیمت شمار کرے گا۔ (وعظ شعبان حضرت تھانویؒ)

چند احادیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو جانتی ہو کہ اس رات میں یعنی شعبان کی پندرھویں رات میں کیا ہوتا ہے!

انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں کیا ہوتا ہے؟ فرمایا سال بھر میں جتنے لوگوں کی پیدائش ہونے والی ہوتی ہے وہ اس رات میں لکھدی جاتی ہے اور اسمیں بندوں کے اعمال (جو سال بھر میں) اٹھائے جاتے ہیں (وہ بھی لکھ لیے جاتے ہیں) اور اس میں ان کے رزق نازل ہوتے ہیں (یعنی سال بھر میں نازل ہونے والا رزق لکھدیا جاتا ہے) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کوئی شخص بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر جنت میں داخل نہیں ہوگا؟ آپ نے تین بار فرمایا کوئی شخص بھی جنت میں داخل ہوگا اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی سے ہوگا۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ بھی نہیں؟ پس آپ نے اپنا ہاتھ سر پر رکھ کر فرمایا۔ اور میں بھی نہیں۔ الّا یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت سے ڈھانک لے۔ یہ بات تین بار فرمائی۔

(بیہقی دعوات کبیر۔ مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۵)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب شعبان کی پندرھویں رات آئے تو رات کو قیام کرو (یعنی نوافل پڑھو) اور دن کو روزہ رکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ اس رات میں غروب آفتاب سے آسمان دنیا پر تجلی فرماتے ہیں کہ کیا ہے کوئی بخشش مانگنے والا کہ اسکو بخشدوں کیا ہے کوئی رزق مانگنے والا کہ اس کو رزق عطا کروں۔ کیا ہے کوئی بیمار کہ اسکو عافیت دوں کیا ہے کوئی فلاں ضرورت مند کیا ہے کوئی فلاں ضرورت رکھنے والا طلوع فجر تک یہی اعلان ہوتا رہتا ہے۔

(مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۵)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شعبان کی پندرھویں رات میں اللہ تعالیٰ تجلی فرماتے ہیں، پس مشرک کافر اور کینہ پرور کے سوا تمام مخلوق کی اجر بخشش کی درخواست کرے بخشش فرما دیتے ہیں (ابن ماجہ) اور مسند احمد میں بروایت حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص مروی ہے کہ (اس رات میں تمام مسلمانوں کی مغفرت فرما دیتے ہیں سوائے کینہ ور اور قاتل کے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۵)

حضرت عطاء بن یسار سے روایت کیا ہے کہ جب شب برات ہوتی ہے تو ایک صحیفہ ملک الموت کے حوالہ کیا جاتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے کہ اس صحیفہ میں جن کے نام درج ہیں انکی روحیں قبض کرو پس بندہ درختوں کے پودے لگاتا اور عورتوں سے نکاح کرتا اور مکانات تعمیر کرتا ہے۔ حالانکہ اس کا نام مرنے والوں میں لکھا ہوا ہوتا ہے۔

(ابن ابی الدنیا)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات میں اپنی تمام مخلوق کی طرف ایک خاص توجہ فرماتے ہیں مشرک اور کینہ پرور آدمی کے سوا سب کی مغفرت فرما دیتے ہیں۔

(طبرانی، ابن حبان)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پایا تو میں تلاش کے لیے نکلی، آپ بقیع (قبرستان مدینہ) میں تھے آپ نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے کہ آج نصف شعبان کی رات ہے اس میں اللہ تعالیٰ اتنے لوگوں کو جہنم سے نجات دے گا۔ جتنے قبیلہ کلب کی بکریوں کے بال ہیں (قبائل عرب میں اسی قبیلہ کی بکریاں سب سے زیادہ تھیں) مگر چند بد نصیب شخصوں کی طرف اس رات میں بھی نظر عنایت نہ ہو گی یعنی مشرک، کینہ ور، قطع رحمی کرنے والا، پائجامہ یا تہبند کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا، اپنے والدین کی نافرمانی کرنے والا اور شراب نوش۔

(بیہقی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کے لیے کھڑے ہوئے۔ نماز شروع کی اور سجدے میں پہنچے تو اتنا طویل سجدہ کیا کہ مجھے خطرہ ہو گیا کہ شاید خدانخواستہ آپ کی روح قبض ہو گئی ہے۔ یہاں تک کہ میں پریشان ہو کر اٹھی اور پاس جا کر آپ کے انگوٹھے کو حرکت دی تو آپ نے کچھ حرکت فرمائی جس سے مجھے اطمینان ہو گیا اور میں اپنی طرف لوٹ آئی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو (تھوڑے سے کلام کے بعد) فرمایا تم جانتی ہو کہ یہ کونسی رات ہے میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی خوب جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ نصف شعبان کی رات ہے خداوند عالم اس رات میں خاص طور سے اہل عالم کی طرف توجہ فرماتے ہیں اور مغفرت مانگنے والوں کی مغفرت اور رحم کی دعا کرنے والوں پر رحم فرماتے ہیں مگر آپس میں کینہ رکھنے والوں کو (اس وقت بھی) اپنے ہی حال پر چھوڑ دیتے ہیں (بیہقی، ترغیب و ترہیب)

حضرت راشد بن سعید سے مرسل روایت ہے کہ حق تعالیٰ چار راتوں میں خصوصاً اپنے بندوں پر ہر قسم کے خیر و رحمت کے دروازے کھول دیتے ہیں، عید الفطر کی رات، عید الاضحیٰ کی رات، شب برات میں کہ جس میں عمر اور رزق لکھا جاتا ہے اور جن کو حج نصیب ہوتا ہے ان کی لکھت ہوتی ہے چوتھی عرفہ کی رات۔

(بیہقی)

شب برات کے مسنون اعمال

ان مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے لیے اس رات میں اعمال ذیل مسنون ہیں۔

(۱) رات کو جاگ کر نماز پڑھنا اور ذکر و تلاوت میں مشغول رہنا۔

(۲) اللہ تعالیٰ سے مغفرت، عاقبت سنوارنے اور مقاصد دارین کی دعا مانگنا۔

(۳) اس کی صبح کو یعنی پندرھویں تاریخ کو روزہ رکھنا۔ نیز احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مندرجہ ذیل گناہ اس قدر سخت ہیں کہ ان کی نحوست اس مبارک رات کی برکات سے بھی محروم کر دیتی ہے۔

(۱) خدا کے ساتھ کسی کو اس کی ذات یا صفات میں شریک سمجھنا۔

(۲) کسی مسلمان بھائی سے کینہ رکھنا۔

(۳) قاطع رحم اس کا مطلب رشتوں ناطوں کو توڑنے والا ہے حدیث شریف میں آتا ہے کہ "قاطع رحم جنت میں نہیں جائے گا"

(۴) مُسبِل اس سے مراد۔ حد سے نیچے غفلت اور تکبر کی وجہ سے کپڑا لٹکانے والا یعنی شلوار، چادر، پاجامہ اور چادر کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا۔ ایک حدیث شریف میں آتا ہے کہ تین شخص ایسے ہیں کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ نہ ان سے کلام فرمائے گا نہ نظر رحمت سے ان کو دیکھے گا نہ ان کو پاک کرے گا، اور ان کو دردناک عذاب ہو گا۔۔۔۔ حضرت ابوذر نے عرض کیا وہ دردناک عذاب میں مبتلا ہونے والے کون ہیں فرمایا کپڑا لٹکانے والا، احسان جتانے والا اور جھوٹی قسم کھا کر تجارت کو رواج دینے والا۔

(۵) قاتل:۔ قتل کرنے والا۔ قاتل کے لیے قرآن مجید اور حدیث مبارک میں بہت سخت وعید آئی ہے۔ اس مبارک شب میں اس گناہ عظیم سے توبہ کر لی جائے۔

(۶) عاق:۔ یعنی والدین کی نافرمانی کرنے والا عاق عقوق سے لیا گیا ہے بر کی ضد ہے، یہ بہت بڑا گناہ ہے ایسا شخص جنت سے محروم ہے۔

ایک حدیث شریف میں ہے کہ تین آدمی جنت میں نہیں جائیں گے۔

(۱) احسان کر کے احسان جتانے والا۔

(۲) عاق ماں باپ کو تکلیف پہنچانے والا۔

(۶) ہمیشہ شراب پینے والا۔

(۷) ہمیشہ شراب میں مخمور میں رہنے والا شخص۔ یہ عادت بھی اس رات میں مغفرت سے مانع ہے۔

(۸) جادو کرنے والا۔

(۹) کاہن جھوٹی غیب کی خبریں بتلانے والا۔

(۱۰) **عرّیف** یہ بھی کاہن کی ایک قسم ہے جو چوری اور گم شدہ اشیاء کو رجم بالغیب بتلاتے ہیں کہ فلاں نے چرایا ہے جس سے گھر گھر میں بدگمانیاں پھیل کر عداوتیں قائم ہوتی ہیں۔ جیسا کہ آج کل رمل اور فالنامہ والوں نے یہ پیشہ اختیار کر رکھا ہے۔

(۱۱) **جابی** :- مالگزار جو حرام مال جمع کرے ظلم سے محصول وصول کرے ہر کہاں کی جگہ سے مال بٹورنے کے فکر میں رہے اور طرح طرح کے طریقے ایجاد کرکے خلق خدا کو پریشان کرتا ہے۔

(۱۲) **ظالموں کے معاون** :- جو قوم کے محافظ ہوں وہ بجائے حفاظت کے چوروں کی ہمت افزائی کریں، چوری کرائیں، ڈاکے ڈلوائیں اور ظالموں کی مدد کریں۔

(۱۳) زنا کرنے والا مرد اور عورت کی بھی اس شب میں مغفرت نہیں۔

(۱۴) کینہ اور بغض رکھنے والے اس رات میں بخشش سے محروم رہتے ہیں۔ بغض عام ہے صحابہ سے ہو یا سلف صالحین سے اپنے کسی ہم پیشہ سے یا کسی عام مسلمان سے۔

(۱۵) طبلہ ایسا رنگی سے شغل رکھنے والے۔

منکرات شعبان

شب براءت انتہائی برکت والی رات ہے۔ لیکن ہماری غفلت نے اسکے ثواب کو عذاب سے اور برکات کو دینی و دنیوی نقصانات سے بدل دیا ہے۔ اس رات میں آتش بازی ایسی منکر حرکت ہے کہ نام ہی میں اس کے منکر ہونے کا اقرار ہے یعنی "آتش" بھی ہے اور "بازی" بھی۔ بھلا آگ سے کھیلنا کوئی اچھی بات ہے؟ ایک حدیث شریف میں تو یہاں تک ارشاد ہے کہ سوتے وقت چراغ کو گل کر دو حالانکہ چراغ عادۃً دور رکھا جاتا ہے پھر آگ سے کھیلنے سے مخالفت کیوں نہ ہوگی۔ اس رسم میں بہت سی بربادیاں اور خرابیاں ہیں جن میں سے چند ایک کو بیان کیا جاتا ہے۔

(ا) شرعی نقطہ نظر سے یہ شغل اسراف میں داخل اور ناجائز ہے، ایسے لوگوں کو قرآن مجید "شیطان کا بھائی" قرار دیتا ہے۔ آتش بازی پر ایک ایک شہر میں تمام لاکھوں روپیہ سالانہ ضائع ہوتا ہے۔

(ب) اپنی جان کو اپنے بچوں کو اور پڑوس والوں کو خطرہ میں ڈالنا ہے ہر سال بہت سے واقعات اس قسم کے پیش آتے ہیں۔ کسی کا ہاتھ جل گیا کسی کی جان جاتی رہی، کسی کا مکان خاک سیاہ ہوگیا۔

(ج) نابالغ بچے غیر مکلف ہوتے ہیں مگر ان کے لیے آتش بازی مہیا کرنے والے سرپرست اور بزرگ گنہگار ضرور ہوتے ہیں اس صورت میں بچوں کی غلط تربیت کا گناہ ہوتا ہے۔

(د) مسلمانوں میں یہ رواج ہندوؤں کی صحبت کی یادگار ہے وہ لوگ دیوالی میں آتشبازی کرتے ہیں ان کی دیکھا دیکھی اوّل جاہل مسلمانوں میں رواج ہوا رفتہ رفتہ پڑھے لکھے بھی اس میں مبتلا ہوگئے۔ اس صورت میں مشرکین سے تشبہ کا گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس لعنت اور شیطانی عمل سے باز رکھے۔ اس رات میں آتش بازی کے علاوہ اور بہت سے منکرات اور بدعات ایسی ہیں جن سے سب مسلمانوں کو پرہیز کرنا لازمی ہے۔ جاری ہے

بقیہ ۲۹ مئی

ہرگز پیدا نہ ہونے دیں۔ بلکہ جائز حدود کے اندر رہتے ہوئے اپنی آواز متعلقہ افراد تک مسلسل پہنچاتے رہیں تا آنکہ مسئلہ کے اطمینان بخش حل کی صورت نکل آئے۔

ملک وملت کے بدخواہ اس موقعہ پر نہ صرف خفیہ ریشہ دوانیوں میں مصروف ہیں بلکہ اس کوشش میں بھی ہیں کہ اشتعال انگیزی کے ذریعہ حالات مخدوش کر دیئے جائیں۔ مختلف ذرائع سے مطبوعہ لٹریچر مسلمانوں کے گھروں میں پہنچایا جا رہا ہے، گزشتہ دنوں لاکھوں روپے کے بڑے بڑے اشتہار قریباً تمام اخبارات میں مسلسل کئی دن تک شائع ہوتے رہے، جن کا مقصد اشتعال دلانے کے سوا کچھ نہیں تھا۔ ہمیں معلوم ہے کہ یہ کس دماغ کی اختراع تھے۔ ان کے لیے سرمایہ کس نے مہیا کیا۔ اور جس انجمن کا فرضی نام غلط طور پر استعمال کیا گیا ہم اس کے ارکان سے بھی متعارف ہیں۔ بہرحال ہماری اپیل یہی ہے کہ مسلمانوں کو پُرامن رہنا چاہیئے

بعض لوگوں کی جانب سے یہ غلط فہمی پھیلائی جا رہی ہے کہ مجلس عمل میں چونکہ دینی و سیاسی جماعتیں شریک ہیں لہٰذا یہ "سیاست بازی" ہے، حالانکہ ملک بھر کی جماعتوں کا کسی ایمانی مسئلہ پر متفق ہو جانا صرف ایمانی تقاضہ ہے اسے سیاست سے کیا تعلق؟ بلاشبہ یہ تمام امت مسلمہ کا مشترک سرمایہ ہے جس میں حزب اختلاف کی تفریق ہی غلط ہے، خود وزیر اعظم برملا اعلان کر چکے ہیں کہ وہ منکرین ختم نبوت کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ اس لیے یہ ذمہ داری تو سب سے بڑھ کر برسر اقتدار جماعت پر عائد ہوتی ہے کہ وہ اسلام کے ایک قطعی اور بنیادی مسئلہ میں مسلمانوں کو مطمئن کریں۔ اندریں صورت اس مسئلہ کے تقدس کو سیاسی الزام سے مجروح کرنا نہایت افسوسناک بے انصافی ہے۔ (ریحان)

خطیب پاکستان

حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ

محمد اسماعیل شجاع آبادی مبلغ مجلس تحفظ ختم نبوت بہاولپور

خطیب پاکستان حضرت مولانا قاضی احسان احمد صاحب شجاع آبادی شجاع آباد کے مشہور قاضی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کے جد اعلیٰ قاضی محمد سلطان بانی شجاع آباد نواب شجاع کے اساتذہ میں سے تھے۔ نواب صاحب آپ کا بہت احترام کیا کرتے تھے۔ جب شجاع آباد کی بنیاد رکھنے کا وقت آیا تو نواب مرحوم نے قاضی صاحب کے مشورہ سے اس قصبہ کا نام شجاع آباد تجویز کیا۔ ساتھ ہی نواب صاحب نے وسط شہر میں ایک عظیم الشان جامع مسجد تعمیر کرائی اور خطابت کے فرائض قاضی موصوف کے سپرد کر دئے۔ یہ وہی مسجد ہے جسے شاہی مسجد کہا جاتا ہے۔ اسی دور سے اس مسجد اور شاہی مسجد عیدگاہ کا انتظام قاضی خاندان کے انتظام و انصرام میں چلا آ رہا ہے۔

قاضی محمد سلطانؒ کے بعد قاضی خاندان میں قاضی حبیب اللہ ایک بہت بڑی علمی شخصیت گزرے ہیں جو کہ اپنے دور کے جید علماء میں شامل ہوتے تھے۔ قاضی احسان احمدؒ کے والد گرامی محمد امینؒ بھی اچھے عالم تھے۔ لیکن ان کے دوسرے بھائی محمد یٰسینؒ عالم اجل اور قاضی بے بدل تھے۔

قاضی صاحبؒ کی پیدائش

قاضی محمد امینؒ کے ہاں عرصہ دراز تک کوئی نرینہ اولاد نہ ہوئی۔ تو انہوں نے نہایت عجز و انکساری سے دعا کی جو شرف قبولیت سے نوازی گئی۔ اور قاضی صاحبؒ ۹ ربیع الاول کو پیدا ہوئے سن عیسوی کے لحاظ سے آپکی پیدائش ۱۹۰۸ء میں ہوئی۔ والدین نے اس نعمت خداوندی کا نام احسان احمد رکھا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد قاضی محمد امینؒ چچا قاضی محمد یٰسینؒ اور دیگر خاندانی بزرگوں سے حاصل کی۔ کچھ عرصہ تک سرکاری سکول میں بھی زیر تعلیم رہے۔ بعد ازاں علاقہ شجاع آباد کے مشہور عالم اور مدرس مولانا اللہ وسایاؒ سے علمی پیاس بجھاتے رہے۔ اور حدیث و تفسیر کے علوم کی تحصیل کے لیے مولانا خلیل الرحمٰن کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔

مولانا اللہ وسایاؒ کی ایک دعا

قاضی جیؒ سخت سردی کے موسم میں سر شام اپنے استاد محترم مولانا اللہ وسایا کے لیے گرم پانی تیار کرتے۔ معمول یہ تھا کہ قرب و جوار کے کھیتوں سے اوپلے اکٹھے کر کے پانی گرم کیا کرتے۔ مولاناؒ اس پانی سے مغرب و عشاء اور تہجد کی نماز کے لیے وضو فرمایا کرتے تھے۔ ایک رات سخت سردی پڑ رہی تھی۔ بوندا باندی شروع تھی۔ آگ سلگاتے سلگاتے رات کا کافی حصہ گزر گیا۔ تہجد کے وقت جب استاد محترم جاگے تو یہ خیال تھا کہ سردی کا عالم ہے شاید احسان احمد نے پانی گرم نہ کیا ہو اور آج کی تہجد قضا ہو جائے۔ لیکن قاضی صاحب استاد محترم کے لیے سراپا انتظار تھے۔ خلاف توقع جب پانی کا لوٹا ہاتھوں میں تھمایا۔

استاد نے سخت سردی کے عالم میں جب گرم پانی ہاتھ پر ڈالا تو دل سے دعا نکلی اور سرائیکی میں فرمایا کہ "احسان تو میری خدمت کیتی اے میں راضی ہاں خدا راضی تھیوی وقت آسی کہ بادشاہ وی تیڈی جوتیاں سیدھی کریسن" یعنی احسان تو نے میری بہت خدمت کی ہے میں تجھ پر راضی ہوں خدا تعالیٰ بھی تم سے راضی ہو انشاء اللہ ایک وقت آئیگا کہ بادشاہ تیری جوتیاں سیدھی کریں گے" اللہ اللہ قاضی جیؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے استاد مرحوم کی اس دعا کی تکمیل اپنی آنکھوں سے یوں دیکھی کہ جب میں والیٔ قلات کے ہاں مہمان ہوا۔ تو دعوت سے فراغت کے بعد والی قلات نے میری جوتیاں اٹھا کر سامنے رکھ دیں۔

(ملخص از سوانح حیات قاضی احسان احمد $\frac{۳۲}{۳۴}$)

حلیہ اور شکل و ہیئت

لمبا قد، بھرپور جسم، موٹی آنکھیں، سرخ و سفید رنگت، اکثر سفید لباس

زیب تن فرمایا کرتے تھے۔ سر پر گھنگریالے بال اور بالوں پر سفید رومال، کھلا کھلا چہرہ، خوش طبعی، خوش گفتاری اور خوش لباسی میں اپنی نظیر آپ تھے۔ مہمان نوازی اور خوش خلقی ان کی دو اہم خصوصیات تھیں۔ ایک مرتبہ جو ان سے ملتا زندگی بھر ملاقات کو یاد رکھتا۔ امیر و غریب بلکہ ہر کسی سے بڑی خندہ پیشانی سے پیش آتے۔ بغل گیر ہوتے اور آنے والے کی پیشانی پر بوسہ دیتے۔ نہایت ہی خوشگوار وقت گزارا۔

امیر شریعت سے ملاقات

۱۹۲۶ء کا سال تھا، کہ شاہ جیؒ نے ملتان میں عظیم الشان جلسہ سے خطاب کرنا تھا جس کا چرچا پورے ڈویژن میں تھا۔ ہزارہا انسانوں نے شرکت کی۔ اسی موقعہ پر قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ بھی اپنے والد بزرگوار کی معیت میں ملتان شریک جلسہ ہوئے۔ شاہ جیؒ کا قیام مشہور احراری ورکر ملک عبدالغفور انوری کے مکان پر تھا۔ جلسہ سے پہلے ملک صاحب کی وساطت سے ملاقات نے قاضی صاحبؒ کو شاہ جیؒ صاحب کا گرویدہ بنا لیا۔ قاضی صاحبؒ نے شجاع آباد آنے کی دعوت دی۔ امیر شریعتؒ نے دوسرے موقع پر شرکت کا وعدہ فرمایا۔

پھر دو سال کے بعد شاہ جیؒ جب دوبارہ ملتان تشریف لائے تو شجاع آباد تشریف آوری پر آمادہ ہو گئے۔ چنانچہ شاہی مسجد شجاع آباد میں ایک عظیم الشان جلسہ سے خطاب فرمایا۔ قاضی محمد امینؒ اس موقعہ پر اتنے متاثر ہوئے کہ اپنا سب سے قیمتی سرمایہ اور متاع عزیز یعنی اپنا اکلوتا بیٹا احسان احمد شاہ جیؒ کے قدموں میں ڈال دیا اور کہا کہ میرے پاس اس کے سوا کچھ نہیں ہے۔ شاہ جیؒ نے نوجوان قاضی کو اپنا بیٹا بنا لیا۔

اور شاہ جیؒ کی صحبت اور فیضانِ نظر نے قاضی احسان احمد کو عظیم خطیب بنا دیا۔

مجلس احرار اسلام

شاہ جیؒ قاضی کو ساتھ لے گئے۔ اور قاضی نے اپنی مخلصانہ محنت اور فرمانبرداری کی وجہ سے شاہ جیؒ کا اعتماد حاصل کر لیا۔ حتیٰ کہ ۱۹۳۰ء میں جب مجلس احرار اسلام معرض وجود میں آئی۔ تو قاضی صاحبؒ کم عمری کے باوجود ضلع ملتان مجلس احرار کے صدر چن لیے گئے۔ چنانچہ قاضی صاحبؒ نے جماعتی تنظیم کے لئے پورے ہندوستان کا دورہ کیا۔ شاہ جیؒ نے انہیں کلکتہ، بمبئی اور پنجاب کے دیگر شہروں میں تنظیمی دورہ کیلئے بھیجا۔ جو آپ نے نہایت کامیابی کیساتھ پورا کیا۔ کشمیر کی جنگ آزادی اور کوئٹہ کے مظلومین کی امداد میں بھرپور حصہ لیا بلکہ امداد کا حق ادا کیا۔

قادیان میں احرار کانفرنس کا خطبہ

مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام قادیان میں احرار کانفرنس منعقدہ ۲۱، ۲۲، ۲۳ اکتوبر ۱۹۳۴ء میں افتتاحی خطبہ آپ نے دیا۔ اور آپ ہی تیسرے احراری لیڈر تھے، جنہوں نے قادیان میں جان ہتھیلی پر رکھ کر ۲۰ دسمبر کا جمعہ پڑھایا اور گرفتار ہوئے۔

قادیان کانفرنس کے بعد قاضی صاحبؒ پورے انڈیا میں عظیم الشان کانفرنسوں میں ایک اہم خطیب کی حیثیت سے مدعو کئے جانے لگے اور قاضی صاحب کی وجہ سے ضلع ملتان کا ایک پسماندہ قصبہ شجاع آباد پورے ہندوستان میں مشہور ہو گیا۔

دوسری جنگ عظیم میں احرار کی طرف سے فوجی بھرتی کے خلاف تحریک میں بھرپور حصہ لیا۔ اور آل انڈیا مجلس احرار اسلام کے پہلے ڈکٹیٹر مقرر ہوئے۔ اور عدم موالات کی تحریک میں روح رواں کی حیثیت سے تحریک کی قیادت کی۔ ان خدمات جلیلہ کی بنا پر انہیں ہر بار مجلس احرار اسلام کی آل انڈیا مجلس عاملہ کے رکن کی حیثیت سے منتخب کیا جاتا رہا۔ قاضی صاحبؒ اب ملکی سطح پر مقبولیت حاصل کر چکے تھے۔

فنِ خطابت میں شاہ جی کے جانشین

قاضی صاحبؒ اگرچہ شاہ جیؒ کے مرتبہ کو نہ پہنچ سکے تاہم آپ نے ایک اچھا خاصا مقام پیدا کر لیا۔ آپ کی تقریر میں تلوار کی کاٹ اور مرہم دونوں ہوتے تھے۔ آپ کی گرج سے بڑے بڑے فرنگی سامراجی لٹیرے اور ان کے تخت نشین لرزہ براندام ہو جاتے۔ جب آپ تقریر کرنے تو مجمع پر سناٹا طاری ہو جاتا۔ صاف اور شستہ اردو ایسا معلوم ہوتا کہ شجاع آباد نہیں بلکہ دہلی اور لکھنؤ کا کوئی ادیب فصاحت و بلاغت کے موتی بکھیر رہا ہے۔ آپ کی تقریر میں خاص طور پر جوش، جذبہ، آواز کا زیر و بم کمال طور پر ہوتا۔ فرنگی کا نام آتا تو قصر بکنگھم گونج اٹھتا۔ ختم نبوت کا بیان ہوتا تو قادیان پر گرجتے اور استہزا سنتے کہ قادیان کے ایوانوں میں زلزلہ کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ لوگوں میں جوش و ولولہ، جذبہ جہاد اجاگر ہوتا نظر آتا۔ اکابرین علماء حق کے مجاہدانہ کارنامے بیان کرتے تو نالے اور گریہ اٹھتے، مظلوموں کی داستانیں آتیں تو آہیں نکلتیں، ظالموں کے ظلم کا لکا لتے تو خون گرم ہو جاتا۔ انہیں خطیبانہ جوش و ولولہ کو دیکھ کر اور آپ کے اندازِ گفتگو سے متاثر ہو کر شہید ملت لیاقت علی خان مرحوم نے آپ کو خطیب پاکستان کے عظیم لقب سے نوازا۔

جاری ہے

قسط (۲)

تعلق مع الرسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کا تقاضہ

ازقلم:۔ علی اصغر چشتی صابری ایم۔ اے۔ ایل ایل۔ بی

جہاں تک میرا خیال ہے۔ ایک حد تک بات کی وضاحت ہو گئی۔ اب صرف یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ جس طرح بجلی کے بلب کی روشنی پاور ہاؤس کے ساتھ کنکشن پر منحصر ہوتی ہے۔ ہو بہو اسی طرح "قلب" کی روشنی بھی تعلق مع الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر منحصر ہے۔ آج ہماری ناکامی کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے دل تاریک ہو چکے ہیں۔ اور دلوں کی تاریکی کی وجہ یہ ہے کہ محمد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہمارا تعلق اب نہ ہونے کے برابر ہے۔ اگرچہ بلند بانگ دعووں سے ہماری زبانیں تر نظر آتی ہیں۔ اس موقع پر مجھے وہ شعر یاد آئے۔ جو تقریباً چار سال پہلے میں نے اپنے ایک استاد جناب شمسی صاحب (مرحوم) کے زبانی سنے تھے۔

مقبول بہت شاذ ہیں قابل تو بہت ہیں
آئینے کے مانند ہیں کم، دل تو بہت ہیں
کم ہیں جنہیں ملتی ہے تڑپنے میں بھی لذت
یوں آپ کے شمشیر کے بسمل تو بہت ہیں

ہمارے دلوں کی یہ سیاہی اس وقت تک دور نہیں ہو سکے گی۔ جب تک دامن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم کمل وابستگی اختیار نہ کریں گے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ تعلق مع الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا مراد ہے؟ یہ ایک ایسا سوال ہے۔ جس کا اب تقریباً ہر ایک ذہن میں ابھرنے کا امکان ہے۔ اس لئے میں ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ اس کا بھی مختصر تجزیہ ہو جائے۔

تعلق مع الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

آیات قرآنیہ اور احادیث مبارکہ کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں۔ کہ تعلق مع الرسول صلی اللہ علیہ وسلم چار عناصر پر مشتمل ہے۔ بالفاظ دیگر چار عناصر کا مرکب ہے۔

(i) ایمان بالرسولؐ۔ (ii) اطاعت رسولؐ
(iii) اتباع رسولؐ۔ (iv) محبت رسولؐ

ایمان بالرسولؐ تکمیل ایمان کیلئے ضروری ہے

ایمان بالرسول کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

یاایھا الذین امنوا امنوا باللہ ورسولہ

ایک اور آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔

اِنّما المؤمنون الذین اٰمنوا باللہ ورسلہ

یعنی مومن درحقیقت وہی ہے۔ جو ایمان باللہ اور ایمان بالرسالۃ کی صفات سے متصف ہوں۔ سورۃ نساء کی آیت ہے۔ "ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرّقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ..... اولئک ھم الکافرون حقاً"

یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق کریں (اور اس کے ساتھ ساتھ) یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم کسی کو مانیں گے اور کسی کا انکار کریں گے۔ (سنو) اصل کافر یہی لوگ ہیں۔ دوسری آیت میں خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے "ومن یکفر باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاخر فقد ضلّ ضلالاً بعیداً"

یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور قیامت کے دن کا انکار کرے وہ گمراہی میں بہت دور نکل گیا۔

مندرجہ بالا آیات میں سے ہر آیت سے صراحتہً یہ معلوم ہوا۔ کہ

"ایمان بالرسالت" تکمیل ایمان کے لیے ضروری ہے۔ ہم پہلے بھی یہ کہہ آئے ہیں۔ کہ توحید خداوند قدوس اور تصدیق رسالت حصول ایمان کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔

"ایمان بالرسالت" کی اہمیت کے منجملہ وجوہات میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے۔ کہ نجات ابدی کا دارومدار ایمان باللہ اور ایمان بالغیبات پر ہے۔ جس سے مراد قیامت، فرشتے، جنت اور دوزخ وغیرہ ہیں۔ انبیاء کرام انہی امور کی تعلیم و تشریح اور توضیح کے لئے دنیا میں بھیجے جاتے ہیں۔ عقول انسانیہ چونکہ محدود ہیں۔ اور سوائے روشنی کے اور کوئی کام دے نہیں سکتیں۔ اس لئے ان امور کے صحیح ادراک سے عاجز ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ رب العالمین کی رحمت نے ہم پر اس کا بوجھ نہیں ڈالا۔ بلکہ کامیابی اور کامرانی کا راستہ بتلانے کی ذمہ داری خود پر ڈال لی۔ اس کے بعد ہمارا کام صرف یہ ہے کہ اس بتائے ہوئے راستہ پر چلیں۔ چونکہ یہ ایمان انبیاء کرام علیہم السلام کے واسطہ کے بغیر میسر آ ہی نہیں سکتا۔ اس لئے ایمان باللہ کے مفہوم میں ایمان بالرسولؐ خود بخود داخل ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کہیں کہیں آیات قرآنیہ اور احادیث میں صرف توحید کو مدار نجات قرار دیا گیا ہے۔ اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ تصدیق رسالت کے بغیر صرف توحید موجب نجات ہو سکتی ہے۔ قرآن کریم کا انداز ایسا ہے جیسے کہ ایک خطیب کا ہوتا ہے۔ اس لئے اس کا مفہوم سمجھنے کے لیے ایک مقرر کے انداز بیان کا تصور رکھنا چاہیے۔ ماحول کے مطابق جب وہ گفتگو کرتا ہے تو بہت سی باتیں متکلم و مخاطب کے دماغوں میں موجود ہوتی ہیں۔ اور بہت سی اس کے طرز گفتگو سے معلوم ہوتی ہیں۔ جب اس طور سے اس کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ تو کوئی دشواری پیش نہیں آتی۔ یہاں رسول خداوند تعالیٰ کے ترجمان کی حیثیت سے بولتا ہے۔ اس کا وجود نظروں کے سامنے ہے۔ اس لئے وہ زور انہی باتوں پر دیتا ہے۔ جو غیر محسوس ہیں۔ وہ "آمنوا باللہ" کا حکم دینے سے پہلے یہ جانتا ہے۔ کہ جو اس حکم کو مانے گا اسے پہلے مجھے ماننا پڑے گا۔ جو اس کے مخاطب ہوتے ہیں۔ وہ اگر بہت سے مسلمات سے انکار کرتے ہیں۔ تو صرف اس لیے کہ انہیں اسکی شخصیت سے ضد ہوتی ہے۔ اس لئے ایمان بالرسولؐ جو ایمان باللہ کا ایک ذریعہ تھا۔ اب اس کا اصل الاصول بن جاتا ہے۔ جس طرح ایمان میں اللہ اور رسولؐ کے درمیان گنجائش کا فرق نہیں۔ یعنی اللہ کا منکر رسولؐ کا منکر ہے۔ اور رسولؐ کا منکر اللہ کا منکر ہے۔ اسی طرح یہ نسبت انبیاء علیہم السلام میں بھی باہمی طور پر موجود ہے۔ یہاں ماضی، حال اور مستقبل کا کوئی لحاظ نہیں۔ یعنی زمانے

برابر ہیں۔ مختصر یہ کہ اعمال و اقوال کی صداقت ایمان پر موقوف ہے اور ایمان کی صداقت خدا اور رسولؐ پر ایمان لانے سے مربوط ہے۔ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم کے ساتھ تعلق کا اولین عنصر یہ ہے۔ کہ آپؐ پر کامل ایمان ہو۔

اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تعلق مع الرسول کا دوسرا عنصر ہے۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شئ فردوہ الی اللہ والرسول"

یعنی اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو۔ نیز ان کی جو تم میں حکم کے مالک ہوں۔ اور اگر تم کسی بات میں جھگڑ پڑو۔ تو اسے خدا اور رسولؐ کے سامنے پیش کر دو۔

آیت مذکورہ کے متعلق جب ہم غور کرتے ہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ یہاں رب العالمین نے تین اطاعتیں واجب فرمائی ہیں۔ جن میں دو کی حیثیت مستقل ہے۔ اور ایک کی غیر مستقل۔ لفظ "اطیعوا" کے تکرار استعمال سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اطاعتِ رسولؐ بھی اطاعتِ خداوندی کی طرح قرآن مجید کی نظر میں مستقل حیثیت رکھتی ہے۔ جب کہ حکام کی اطاعت مستقل حیثیت نہیں رکھتی۔ اسی بنا پر صحابہ کرامؓ نے کبھی بھی آپؐ کے حکم کے بعد قرآن مجید سے دلیل پیش کرنے کا مطالبہ نہیں کیا۔ جب کہ تاریخ گواہ ہے۔ کہ حکام کو ہمیشہ کے لیے اپنے حکم کی توثیق کے لئے قرآن و حدیث سے وضاحت پیش کرنا پڑی ہے۔

بات اطاعت مستقل اور غیر مستقل کی چلی۔ تو اس کی بھی مختصر وضاحت ہونی چاہیے۔ اس سلسلے میں مجھے حافظ ابن قیمؒ کی وہ توضیح بڑی پیاری لگی جو انہوں نے اپنی کتاب اعلام الموقعین (ج ۱ وصفحہ ۴۸) پر فرمائی ہے۔ آپؒ رقمطراز ہیں۔ کہ اطاعتِ رسولؐ کے مستقل ہونے سے مراد یہ ہے کہ نبی اکرم علیہ السلام کا ہر حکم ماننا چاہیئے۔ خواہ ہمیں اس کا اصل قرآن مجید میں معلوم ہو سکے یا نہ ہو سکے۔ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے۔ کہ بعض سنتوں کی اصل قرآن مجید میں موجود نہیں۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ اطاعت رسولؐ کے لیے رب العالمین نے اس کا مکلف ہی نہیں بنایا۔ کہ اس کی اصل کی تلاش کتاب اللہ میں کی جائے۔ اولو الامر کی اطاعت اس طرح واجب نہیں ہے۔ وہ کتاب اللہ اور سنت رسولؐ کے ماتحت ہے۔ اس لیے جب تک وہ خدا اور رسولؐ کی مرضی کے مطابق حکم دیں

ان کی فرمانبرداری کیجائے گی۔ اور جب ان کا خلاف کریں گے۔ واجب الاطاعت نہ رہیں گے۔ نبی اکرم علیہ السلام کا ارشاد ہے۔ " لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق " یعنی خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہ کی جائے۔ انما الطاعۃ فی المعروف اطاعت بھلائی کے حکم میں ہے۔

ایک مرتبہ مسلمانوں کے امیر نے اپنے دستے کو آگ میں گھس جانے کا حکم دیا۔ جسے صحابہ کرامؓ نے نا قبل فرمایا۔ آپؐ کو معلوم ہوا۔ تو فرمانے لگے۔ « الھم لو دخلوا لما خرجوا منھا »

یعنی اگر یہ لوگ آگ میں داخل ہو جاتے تو پھر باہر آنا نصیب نہ ہوتا۔

میرے خیال کے مطابق حافظ ابن قیمؒ کے اس بیان سے اطاعت رسولؐ کے مستقل اور اطاعت اولی الامر کے غیر مستقل ہونے کا مفہوم واضح ہو گیا۔

پھر آپؒ اس کتاب کی جلد دوم میں فرماتے ہیں۔ کہ اگر رسولؐ کی اطاعت ان احکام تک محدود رہے۔ جو قرآن کریم میں بھی صاف صاف موجود ہیں۔ تو پھر " واطیعوا الرسول" کا کوئی مفہوم ہی نہیں رہتا۔ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول کی آیت یہ چاہتی ہے۔ کہ خداوند قدوس کے نزدیک رسولؐ کی اطاعت بھی ایک مستقل مد ہے۔ قرآن مجید کی بہت سی آیتوں میں اطاعت رسولؐ کا علیحدہ حکم دیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ رسولؐ کی براہ راست اطاعت کرنا خدا ہی کا ایک حکم ہے۔ اس لحاظ سے جو شخص رسولؐ کی اطاعت نہیں کرتا۔ وہ خدا کی اطاعت بھی نہیں کرتا۔

تکمیل ایمان اطاعت رسولؐ پر موقوف ہے

اطاعت رسولؐ کے بغیر تکمیل ایمان ہو ہی نہیں سکتی۔ بالفاظ دیگر رسولؐ پر ایمان لانا اسکی اطاعت کے بغیر ایمان ہی نہیں۔ کوئی شخص اس وقت مومن نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ وہ اپنے ہر معاملہ میں رسولؐ کو حکم نہ بنائے۔ اور رسولؐ کے ہر فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم نہ کرے۔ قرآن کہتا ہے۔ " فلا وربك لا یومنون حتی یحکموك فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما ٥

آپ کے رب کی قسم ہے۔ کہ یہ ایماندار نہ ہوں گے جب تک کہ باہمی اختلافات میں آپ ہی کو حکم نہ ٹھہرائیں۔ اس کے بعد آپؐ کے فیصلہ سے اپنے دل میں کوئی حرج بھی محسوس نہ کریں۔ اور پوری طرح اس کے سامنے سر نہ جھکائیں۔

اس آیت سے یہ بات اچھے طریقے سے واضح ہو گئی۔ کہ رسولؐ پر ایمان لانا اسکی اطاعت کے بغیر قرآن کے نزدیک ایمان ہے نہیں۔ کوئی انسان صرف آمنت باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ۔ کہہ کر حقوق رسالت سے اپنا پیچھا نہیں چھڑا سکتا۔ جب تک کہ وہ ہر معاملہ میں رسولؐ کو اپنا حاکم نہ بنائے۔ باہمی جو اختلاف بھی ہو اس میں اس کا فیصلہ قطعی اور حتمی نہ سمجھے۔ اسی پر بس نہیں بلکہ تکمیل ایمان کیلئے یہ بھی شرط ہے۔ کہ اگر وہ فیصلہ اس کے حق میں نہ ہو تو بھی دل میں کوئی تنگی محسوس نہ کرے۔ پھر بھی صرف اس منفی پہلو سے ایمان کامل نہیں ہو گا۔ جب تک کہ انتہائی پہلو میں اطاعت و تسلیم اس کی رگ رگ میں نہ سما جائے۔

ایمان کامل

اگر غور سے دیکھا جائے۔ تو شریعت میں ایمان کامل صفت اطاعت کی اس انتہائی مقام کا نام ہے۔ جس کے بعد احکامات الٰہیہ کی تعمیل اور منہیات شرعیہ سے احتراز میں دل کو کسی قسم کا دھچکا محسوس نہ ہو۔ نبی اکرم علیہ السلام کے ہر فرمان پر وہ بھروسہ اور اعتماد پیدا ہو جائے۔ کہ پھر قلبی انبساط اور روحانی سرور اسکی تصدیق میں منعکس نظر آنے لگے۔ گویا وفاداری کا سپرٹ (SPIRIT) اس انداز سے کارفرما ہو۔ کہ دلائل و براہین کی تلاش و جستجو کی مہلت ہی نہ ملے۔ محبوب حقیقی کی رضا کے لیے ہر نئی قربانی میں نئی لذت حاصل ہو۔ اور نافرمانی وہ بار گراں ہو جائے جو اٹھائے بھی نہ اٹھے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔ ذلک الکتاب لا ریب فیہ ھدی للمتقین الذین یؤمنون بالغیب۔ یعنی یہ قرآن ان حضرات کے لیے ہدایت ہے۔ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور ان دیکھی چیزوں پر یقین رکھتے ہیں۔

اس آیت میں دراصل انہی عشاق کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ جو عشق میں سرشار ہو کر جذبہ انقیاد میں دیکھی اور ان دیکھی باتوں کی یکساں تصدیق کر چکے ہیں

؎ زبان سے خود بخود نکلے گا تیرا نام اے ساقی
مصائب ہوں بھی گر تشنگی کی گردن توڑنے والے

آنکھ اگر دیکھنے کے بعد تصدیق کرتی ہے۔ کان سننے کے بعد مان لیتے ہیں۔ تو یہ ان اعضاء کا طبعی اقتضا ہونا چاہیے۔ لیکن آنکھیں نہیں دیکھتیں

باقی صفحہ ۱۱ پر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

رسول اکرم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے۔ میرے بعد تیس ۳۰ جھوٹے دجال آئیں گے جن میں سے ہر شخص دعویٰ کریگا کہ میں نبی ہوں حالانکہ میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ صادق مصدوق صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اس پیشین گوئی کے مطابق اس قسم کے دجال آئے جن کی تفصیل مولانا ابوالقاسم دلاوری کی کتاب "آئمہ تلبیس" میں دیکھی جا سکتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس عالم رنگ و بو میں اللہ رب العالمین کا نظام تکوینی و تشریعی جاری و ساری ہے، ابلیس علیہ اللعنۃ والخذلان نے اس کے متوازی ایک دوسرا نظام قائم کر رکھا ہے۔ آیات قرآن کریم و احادیث صحیحہ اس پر واضح ہیں اسی شیطانی و ابلیسی نظام کی طرف سے جھوٹے اور دجال نبیوں کی بعثت کا سلسلہ جاری رہا۔ ان ہی دجالی و شیطانی نبیوں میں سے مرزا غلام احمد قادیانی ہے جس نے تدریجاً نبوت کا دعویٰ کیا، امت محمدیہ کے متفقہ فیصلہ اور ضروریات دین میں سے ایک اہم اور بنیادی عقیدہ کے خلاف ورزی کا مرتکب ہو کر کفر کے گڑھے میں گر گیا۔ اس شیطانی اور ابلیسی نبی کو شروع سے انگریز اور یہود کی حمایت اور سرپرستی حاصل رہی امریکہ اور برطانیہ کے خود کاشتہ پودے نے خوب گل کھلائے، علمائے امت نے حریم نبوت کی مکمل دیوار میں نقب لگانے والے اس چور کے خلاف ہر زمانہ میں زبانی اور قلمی جہاد کیا اور اس کے دلائل کے تار پود بکھیر دیئے تاآنکہ محدث وقت حضرت مولانا محمد یوسف بنوری ؒ کے زیر علم امت قادیانیوں کو اقلیت قرار دلوانے میں کامیاب ہو گئی اور حکومت پاکستان نے انکو اقلیت قرار دیدیا لیکن نبوت کے یہ باغی حکومت کی کب سننے والے ہیں حکومت کے فیصلہ کو انہوں نے پس پشت ڈالدیا یہ لوگ شرعی اور فقہی طور پر کافر محارب ہیں۔ ان کی ریشہ دوانیاں ملک اور بیرون ملک جاری ہیں جھوٹی تاویلیں کرکے اپنی نبوت کے دام فریب میں پھانستے رہتے ہیں، مجلس تحفظ ختم نبوت جسکو اس زمانہ میں نابغہ روزگار حضرات کی سرپرستی حاصل رہی اور ہے ان کے مدمقابل مورچہ لگائے ہوئے ہے، لسانی اور قلمی جہاد میں مصروف ہے۔

قلمی جہاد کے سلسلہ میں مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے زیر اہتمام ایک ہفت روزہ "ختم نبوت" کے نام سے نکل رہا ہے، اس رسالہ کی بڑی ضرورت تھی۔ امید ہے کہ یہ رسالہ عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت و صیانت کے اہم فریضہ کو انجام دیگا اور قادیانی دلائل و تاویلات و تحریفات کے جواب دیکر اسلام کی خدمت انجام دیگا۔

وما ذٰلک علی اللہ بعزیز

ولی حسن ٹونکی عفی اللہ عنہ

۱۴/رجب ۱۴۰۲ھ

افریقہ کے مشہور باغیچوں کی چائے

• خوش ذائقہ • خوش رنگ

ہوٹلوں اور گھریلو استعمال کے لیے ہم سے خریدیں

کوہ نور ٹی کمپنی

۱۷۔ لی مارکیٹ کراچی ۔ فون نمبر ۲۲۹۷۳۸

برادرِ محترم فاضل نوجوان جناب عبدالرحمان یعقوب باوا
مدیر ہفت روزہ "ختم نبوت" کراچی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مجھے اخبارات اور اشتہارات کے ذریعہ معلوم ہوا کہ آپ حضرات نے ہفت روزہ "ختم نبوت" کراچی سے شائع کرنے کا ڈیکلریشن لے لیا ہے میری طرف سے اور ختم نبوت کے ہر ورکر کی طرف سے ہزاروں مبارک باد قبول کیجئے۔ اس دور میں جب کہ پوری دنیا میں نشر و اشاعت اور تحریری پروپیگنڈے کا زور ہے۔ ایسے وقت میں ختم نبوت جیسے نازک اور حساس مسئلے کے لیے دنیا میں تحریری آواز کا پہنچانا دجالوں اور کذابوں کے کفر و ارتداد کا جواب دینا ملت اسلامیہ کے ذمہ فرض ہے آپ یہ جانتے ہوں گے کہ عہد حاضر کے مسیلمہ کذاب کے جانشین کے پیروکار تحریر کے ذریعہ متنبی کاذب کے بارے میں جو پُر فریب جھوٹا پروپیگنڈہ کرتے ہیں۔ اور قرآن پاک کا انگلش میں غلط ترجمہ کر کے یورپ اور افریقہ میں تقسیم کرتے ہیں ان حالات میں "ختم نبوت" کے لیے مثبت سنجیدہ اور مدلل انداز میں رسائل و اخبارات اور کتب کا ہونا بہت ضروری ہے۔ ایسے وقت میں ہفت روزہ ختم نبوت کا مطلع صحافت پر ظہور عظیم کارنامہ ہے۔ برائے کرم مضامین سنجیدہ اور پُرکشش ہونے چاہئیں۔ استدلال قابل فہم اور عبارت عام فہم آسان ترتیب دینے کی کوشش کیجئے۔ اردو عبارت میں عربی فارسی کے الفاظ اور محاورے نہ استعمال کئے جائیں تاکہ پرچہ عام فہم اور آسان طرز تحریر میں ہونے کی وجہ سے ہر درجہ کے قاری کیلئے مفید رہے۔ میں امید کرتا ہوں اس کے بعد یورپ اور افریقہ کے لیے انگلش اور مشرق وسطیٰ پر ممالک کے لیے عربی ایڈیشن یا مستقل پرچے کے لیے بھی آپ انتظام فرمائیں گے۔

تاکہ سرورِ کائنات آقائے نامدار کی ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالنے والے چور اور انکے گماشتے عالمی زبانوں میں اپنا کفر پھیلانے کی جو کوشش کر رہے ہیں ان کا تعاقب بھی ہو سکے۔

میں دعا کرتا ہوں کہ خداوند قدوس ہر مسلمان کو سرورِ کائنات ﷺ کی ختم نبوت کے ناموس کے تحفظ کے لیے جان، مال، عزت آبرو ہر ہر چیز قربان کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ کارکنوں کو اخلاص کی نعمت سے مالا مال فرمائے اور شہدائے ختم نبوت جیسا جذبہ عنایت فرمائے۔ (آمین)

دیرینہ خادم
مولانا عبدالحکیم صاحب جامعہ فرقانیہ
مدرسہ راولپنڈی سے۔

ہفت روزہ ختم نبوت کا اجرا اسلامی صحافت میں ایک قیمتی اضافہ ہے۔

منکرین ختم نبوت قادیانیوں کی ریشہ دوانیوں اور اسلام کے خلاف ان کی ناپاک سازش کا تعاقب کرنے کی سخت ضرورت ہے آئینی طور پر غیر مسلم قرار پا جانے کے باوجود یہ ملعون فرقہ اپنے مذموم عزائم کے لیے اسی طرح سرگرم عمل ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کہ ان کو ملک و ملت کے خلاف اپنی سرگرمیاں جاری رکھنے کی کھلی چھٹی مل ہوئی ہے امید ہے کہ ہفت روزہ "ختم نبوت" ان کے دجل و فریب کا پردہ چاک کرنے میں مؤثر کردار ادا کرے گا اور قوم کو بیدار کرنے میں اس کی کوششیں بارآور ہوں گی۔

سلیم اللہ خان
مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

محترم جناب عبدالرحمن یعقوب باوا صاحب مدیر ہفت روزہ "ختم نبوت" کراچی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مجھے یہ معلوم ہو کر بہت مسرت ہوئی کہ آپ ہفت روزہ مجلہ "ختم نبوت" کا اجراء کر رہے ہیں۔ "جو مجلس تحفظ ختم نبوت" کا ترجمان ہوگا۔ اللہ تعالیٰ آپ اور ہم سب کو خدمتِ دین کی توفیق عطا فرمائے۔

اس سلسلہ میں چند امور کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں:

۱۔ آپ کے اس ہفت روزہ میں ایک بنیادی مضمون عقیدہ ختم نبوت ہونا چاہیے۔ جس کو مختلف اسالیب سے واضح کیا جائے اور اس کے بارے میں شکوک و شبہات کا ازالہ ہو۔ نیز اس عقیدہ سے بھٹکے ہوئے افراد کو حکمت اور موعظہ حسنہ سے دعوت دی جائے۔

۲۔ عام پڑھے لکھے مسلمانوں کو اسلامی ثقافت سے روشناس کرانے کے لیے مختلف دینی موضوعات پر مختصر علمی مقالات شائع کئے جائیں اور اس کام کے لیے اہل حق علماء کا انتخاب کیا جائے۔

۳۔ اسلامی ممالک اور مسلمانوں کے بارے میں اہم خبریں بھی شائع ہونی چاہئیں، خصوصاً ان مسلمانوں کے بارے میں جو غیر مسلم ممالک میں آباد ہیں۔

۴۔ وقتاً فوقتاً مختلف اہل علم سے مشورہ کرتے رہا کریں اور ان کے مشوروں کی روشنی میں مضامین میں کمی بیشی کرتے رہیں۔ تاکہ یہ مجلہ زیادہ سے زیادہ مفید اور اس کا معیار اونچا ہو۔

معلوم ہوا ہے کہ آپ نے مجلس ادارت میں میرا نام بھی شمار کیا ہے۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس کا حق ادا کرنے کی توفیق دے۔

والسلام
عبدالرزاق اسکندر

اشاعت خاص ماہنامہ بینات

محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا رحمۃ اللہ کے حالات و سوانح، اخلاق و عادات، فضائل و کمالات، ان کے علمی و دینی مآثر،

حضرت بنوری رحمہ اللہ کی شخصیت پر ایک بہترین مرقع اور سبق آموز دستاویز

اشاعت خاص ماہنامہ بینات

رجم کی شرعی حیثیت

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ، حضرت مفتی ولی حسن صاحب، اور محمد یوسف لدھیانوی کے قلم سے۔

رجم کی شرعی سزا پر قرآن کریم، سنت نبوی اور اجماع امت سے دلائل ـــــــ اور دور جدید کے ملاحدہ کے تمام شبہات کا معقول اور مدلل جواب۔

پتہ:- ماہنامہ بینات علامہ بنوری ٹاؤن کراچی ۵